



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَدْرِسہ

حَافِظُ زَيْدٍ عَلَی زَنَی

معاونین

حافظ ندیم ظہیر
ابو خالد شاکر
محمد اعظم
ابو جابر عبداللہ دامانوی

اللَّهُ قَوْلُ أَحْسَنِ الْحَدِيثِ

الحديث

ناہننامہ

نضر اللہ امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 6 | رمضان ۱۴۳۰ھ | ستمبر ۲۰۰۹ء | شمارہ: 9

اس شمارے میں

قوموں پر اللہ کا عذاب کیوں آتا ہے؟

2	عبداللہ دامانوی	فقہ الحدیث
5	عائزہ بیگم	توضیح الاحکام
9	عائزہ بیگم	ماسٹر امین اوکاڑوی کی دورانی (۱)
19	محمد زہیر صادق آبادی	رمضان المبارک کے بعض مسائل
23	عائزہ بیگم	امام مسلم بن الحجاج النیسابوری رحمہ اللہ
30	عائزہ بیگم	دجال اکبر کا خروج (قطبہ)
33	عائزہ بیگم	نزی کریں
49	ایمحاڈ	

قیمت

فی شمارہ: 20 روپے
سالانہ: 200 روپے
علاوہ محصول ڈاک
پاکستان: مع محصول ڈاک
250 روپے

خط کتابت

مکتبہ الحدیث
حضرت ضلع انک

نشر: حافظ شیر محمد
0300-5288783

مقام اشاعت

مکتبہ الحدیث
حضرت ضلع انک

برائے رابطہ
0302-5756937

احسن الحدیث

اعظم المبارکی

اُسوۂ حسنہ پر عمل

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ (ﷺ) کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱)

☆ سیدنا محمد ﷺ رسول اللہ کی حیثیت اور ایک کامل شخصیت ہونے کے ناطے سے ساری انسانیت کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔

☆ اتباع سنت میں ہی نجات ہے اور یہی صحابہ کرام کا طریقہ عمل تھا۔ سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ فَإِنِّي أَخْشَىٰ أَنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيغَ“ میں ایسا کوئی عمل بھی چھوڑنے والا نہیں ہوں جو عمل رسول اللہ ﷺ کرتے تھے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے آپ کے امر میں سے کسی چیز کو چھوڑ دیا تو سیدھی راہ سے بھٹک جاؤں گا۔ (صحیح بخاری: ۳۰۹۳ منہوماً)

معلوم ہوا کہ حدیث رسول کو بغیر شرعی دلیل کے اور بطور استخفاف چھوڑنے والے صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

امام سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے ایک سفر میں طلوع فجر کے خوف سے سواری سے اتر کر وتر پڑھا۔ جب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: کیا تمہارے لئے رسول اللہ کا عمل اچھا نمونہ نہیں ہے؟ تو سعید نے کہا: اللہ کی قسم! کیوں نہیں۔ تو ابن عمر نے فرمایا: یقیناً رسول اللہ ﷺ اونٹ پر وتر پڑھتے تھے۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۹۹۹ صحیح مسلم: ۱۶۱۵)

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وتر واجب نہیں ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ کا ہر عمل: چاہے وہ دنیاوی طرز کا ہو یا اس کا تعلق احکام دین سے ہو اور تخصیص یا ممانعت کی دلیل نہ ہو تو اس پر عمل کرنا ہمارے لئے بھلائی کا منبع، ثواب کا باعث اور آخری نجات کا سبب ہے۔

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی

کلمۃ الحدیث

قوموں پر اللہ کا عذاب کیوں آتا ہے؟

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝ لَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْهُمْ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظَالِمُونَ﴾ اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے ایک ہستی کی مثال بیان کرتا ہے جو پورے امن و اطمینان سے (زندگی بسر کر رہی) تھی، پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں سے کفر کا رویہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور خوف کا مزہ چکھا دیا (ان پر بھوک اور خوف کو مسلط کر دیا) ان کو تو توں کے بدلے میں جو وہ کر رہے تھے۔ اور البتہ ان کے پاس ایک رسول ان ہی میں سے آیا تھا تو انھوں نے اسے جھٹلا دیا پھر انھیں اللہ کے عذاب نے پکڑ لیا، اس حال میں کہ وہ ظالم تھے۔ (النحل: ۱۱۲، ۱۱۳)

(۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَآءِ لَعَلَّهُمْ يَضُرَّعُونَ ۝ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتَّىٰ عَفَوْا وَقَالُوا قَدْ مَسَّ آبَاءَنَا الضَّرَآءُ وَالسَّرَآءُ فَأَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ ۝ أَوْ آمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يُلْعَبُونَ ۝ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ ۚ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ۝ أَوْ لَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ أَصْبَنَهُمْ بِذُنُوبِهِمْ ۚ وَنُطْبِعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝ تِلْكَ الْقُرَىٰ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ ۙ نِهَا ۚ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ ۚ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ

عَلَى قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ۝ وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ ۚ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ﴿۶۴﴾ اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی بھی نہیں بھیجا مگر وہاں کے رہنے والوں کو ہم نے سختی، تکلیف اور مصائب و مشکلات میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ ہمارے سامنے عاجزی و انکساری اختیار کریں (اور ہماری طرف رجوع کریں) پھر ہم نے ان کی بد حالی کو خوشحالی سے بدل دیا یہاں تک کہ وہ لوگ خوب آسودہ حال ہو گئے تو وہ کہنے لگے کہ ہمارے آباء و اجداد کو بھی یہ مصائب و مشکلات پیش آتی رہی ہیں (یعنی وہ کہتے تھے یہ لیل و نہار کی الٹ پھیر اور گردش ہے) تو ہم نے ان کو اچانک (عذاب میں) پکڑ لیا اور ان کو خبر تک نہ ہوئی۔ اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے، لیکن انھوں نے تکذیب کی تو ان کی بد اعمالی کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔ کیا پھر بھی ان بستیوں کے رہنے والے (ہمارے عذاب سے) بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت آ پڑے جس وقت کہ وہ سوتے ہوں اور کیا ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آجائے اس حال میں کہ وہ کھیلوں میں مشغول ہوں، کیا وہ اللہ کی پکڑ سے بے فکر ہو گئے ہیں اور اللہ کی پکڑ سے ان لوگوں کے علاوہ کہ جن کی شامت آگئی ہو کوئی بھی بے فکر نہیں ہوتا اور کیا ان لوگوں کو جو زمین کے وارث بنے وہاں کے لوگوں کی ہلاکت کے بعد (ان واقعات مذکورہ نے) یہ بات نہیں بتلائی کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے جرائم کے سبب ان کو ہلاک کر ڈالیں اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیں پھر وہ نہ سن سکیں، ان بستیوں کے کچھ کچھ قصے ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں اور ان سب کے پاس ان کے پیغمبر دلائل و معجزات لے کر آئے پھر انھوں نے جس چیز (دین حق) کو ابتدا میں جھوٹا کہہ دیا یہ بات ممکن نہ ہوئی کہ پھر اس کو مان لیتے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح حق کو جھٹلانے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے اور اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا اور ہم نے اکثر لوگوں کو فاسق و نافرمان ہی پایا۔

(الاعراف: ۹۴-۱۰۲)

۳) نیز فرمایا: ﴿فَكَلَّا أَخَذْنَا بِذُنُوبِهِ ۖ فَمِنْهُمْ مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۖ وَمِنْهُمْ مَّنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۖ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ ۖ وَمِنْهُمْ مَّنْ أَغْرَقْنَا ۖ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾ ﴿﴾ پھر ہم نے ان سب کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا ان میں سے بعض پر ہم نے پتھروں کی بارش برسائی اور بعض کو سخت زوردار آواز نے دبوچ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور بعض کو ہم نے (پانی میں) ڈبو دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ ان لوگوں نے اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کیا تھا۔ (العنکبوت: ۴۰)

معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول کے انکار اور دین حق سے منہ موڑنے اور بد اعمالیوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ان قوموں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا سے مٹا ڈالا اور آج امت مسلمہ کی بھی یہی حالت ہو چکی ہے قرآن مجید اور احادیث کی موجودگی کے باوجود یہ امت، اللہ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کے لئے تیار نہیں ہے اور نہ قرآن وحدیث کے روشن قوانین کو یہ اپنے اوپر نافذ کرنے کے لئے تیار ہے بلکہ اکثریت نے کتاب وسنت کا راستہ چھوڑ کر اپنی مرضی کی پگڈنڈیوں اور شرک و بدعات کو سینے سے لگایا ہوا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے لئے دعا

☆ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

”ستة أدعولهم بسحر: أحدهم الشافعي رضي الله عنه“

میں سحری کے وقت چھ آدمیوں کے لئے دعا کرتا ہوں: ان میں ایک شافعی ہیں، اللہ ان سے راضی ہو۔ (الطبوریات ۲/۲۶۸ ح ۱۹۴، وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ اہل ایمان کو ایک دوسرے سے محبت کرنی چاہئے اور ایک دوسرے کے لئے دعائیں کرتے رہنا چاہئے۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ کا بہت بڑا مقام تھا۔

حافظ زبیر علی زئی

اضواء المصباح
علم کے ساتھ کتاب و سنت کی تبلیغ
کتاب العلم
پہلی فصل

(۱۹۸) عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ:

((بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً وَ حَدَّثُوا عَن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.)) رواه البخاري .

(سیدنا) عبد اللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مجھ سے (لے کر) آگے تبلیغ کرو اگرچہ ایک آیت ہی ہو اور بنی اسرائیل سے حدیثیں بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنا لے۔ اسے بخاری (۳۴۶۱) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحديث:

۱: اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر کسی انسان کے پاس قرآن مجید کی صرف ایک آیت کا ہی علم ہو تو وہ اسے دوسرے بھائیوں تک پہنچا دے۔ مبلغ کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ دلیل سے بات کرے لیکن اس کے لئے تمام دلائل کا احاطہ ضروری نہیں ہے۔

۲: لفظ آیت کے چار معنی ہیں: قرآن مجید کی آیت، دو چیزوں کے درمیان جدائی والی خاص نشانی، بہت عجیب بات اور بڑی مصیبت۔

حدیث مذکور میں اول الذکر مراد ہے۔

۳: ہر انسان حسب استطاعت تبلیغ دین پر مامور ہے۔

۴: بنی اسرائیل کی روایات بیان کرنا جائز ہے بشرطیکہ یہ روایتیں اپنے قائل تک با سند صحیح

ثابت ہوں اور شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام عدد النجوم فی السماء)
کے خلاف نہ ہوں۔

۵: رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے بلکہ بعض علماء کے نزدیک کفر ہے۔

۶: ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ حسب ضرورت دین کا علم سیکھے، جو اس کے عقائد اور
اعمال صحیح کرنے میں مؤید ہو اور اگر وہ تفصیلی علم حاصل نہ کر سکے تو اُس پر یہ لازم ہے کہ
صحیح العقیدہ علمائے حق کی طرف رجوع کرے اور اُن سے کتاب و سنت اور اجماع (و آثار
سلف صالحین) کا علم حاصل کرے۔

یاد رہے کہ عام آدمی کا علماء کے پاس جا کر مسئلہ پوچھنا تقلید نہیں ہے، ورنہ عصر حاضر
میں ہی صرف خفی و تقلیدی حضرات میں ہزاروں امام بن جائیں گے جن کی تقلید کی جاتی
ہے (!) اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔

۷: حدیث حجت ہے۔

۱۹۹) وعن سمرة بن جندب والمغيرة بن شعبة قال: قال رسول الله ﷺ :
(مَنْ حَدَّثَ عَنِي بِحَدِيثٍ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ .) رواه مسلم .
اور (سیدنا) سمرہ بن جندب اور (سیدنا) مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہما) دونوں سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ سے کوئی ایسی حدیث بیان کی جس کے بارے میں
وہ سمجھتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ شخص جھوٹوں میں سے ایک ہے۔
اسے مسلم (۱) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: جھوٹ بولنا مطلقاً حرام ہے لیکن اللہ اور رسول پر جھوٹ بولنا تو کبیرہ گناہ، حرام بلکہ بعض
علماء کے نزدیک کفر ہے۔

۲: بد نصیب ہیں وہ لوگ جو اس شدید وعید اور دلائل کے باوجود اللہ اور رسول پر جھوٹ
بولتے ہیں، موضوع اور بے اصل روایات لکھتے اور بیان کرتے ہیں۔ کیا انھیں اللہ کی پکڑ کا

کوئی ڈر نہیں ہے؟!

۳: جھوٹ بولنے والے راویوں کے ساتھ وہ شخص بھی برابر کا شریک ہے جو جھوٹی روایات کو لوگوں کے سامنے بغیر تنبیہ کے بیان کرتا رہتا ہے۔

اگر حدیث مذکور میں کا ذہین سے مراد تشنیہ (دو) لیا جائے تو پھر دو شخص اس حدیث کے مخاطب ہیں: وہ جس نے جھوٹی حدیث بنائی ہے، اور وہ شخص جو یہ جھوٹی حدیث لوگوں کے سامنے بغیر تنبیہ کے بیان کرتا ہے۔

۴: اس شدید وعید سے اشارتاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ حدیث وحی اور حجت ہے، جس کی حفاظت کے لئے یہ بتا دیا گیا ہے کہ جھوٹی حدیث بیان کرنے والا شخص جھوٹا ہے اور یہ شخص جہنم میں جائے گا جیسا کہ دوسری صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

۵: علماء پر یہ ضروری ہے کہ حدیث بیان کرتے وقت اس کی تحقیق کر لیں، بلکہ علم اسماء الرجال اور اصول حدیث کو ہمیشہ مد نظر رکھیں۔

۲۰۰) وعن معاوية قال قال رسول الله ﷺ: ((مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يَفْقَهُهُ فِي الدِّينِ وَ إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يَعْطِي .)) متفق عليه .

اور (سیدنا) معاویہ (بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ جس کے ساتھ خیر (بھلائی) کا ارادہ رکھتا ہے تو اسے دین میں تفقہ عطا فرماتا ہے اور میں تو تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ دینے والا ہے۔

متفق علیہ (بخاری: ۷۱، مسلم: ۱۰۳۷/۹۸)

فقہ الحدیث:

۱: فقہ اصل میں فہم اور سوچ بوجھ کو کہتے ہیں۔ اس حدیث میں تفقہ فی الدین کی بڑی فضیلت ہے۔ اس تفقہ والے یعنی فقہاء سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس کی تشریح میں حافظ ابن حجر العسقلانی نے لکھا ہے:

”وقد جزم البخاري بأن المراد بهم أهل العلم بالآثار، وقال أحمد بن

حنبل: إن لم يكونوا أهل الحديث فلا أدري من هم ...“ (امام بخاری نے بطور جزم بتایا ہے کہ ان سے مراد آثار (احادیث) جاننے والے علماء ہیں اور احمد بن حنبل نے فرمایا: اگر یہ لوگ اہل حدیث (محدثین) نہیں ہیں تو پھر مجھے نہیں پتا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۴ تحت ح ۷۱) نیز دیکھئے عمدة القاری (ج ۲ ص ۵۲) امام بخاری کے قول کے لئے دیکھئے مسألة الاحتجاج بالشافعي للخطيب (ص ۴۷ وسندہ صحیح) امام احمد بن حنبل کے قول کے بارے میں دیکھئے معرفة علوم الحديث للحاکم (ص ۲ وسندہ حسن) یہ کہنا کہ محدثین کرام فقہاء نہیں تھے، بہت بڑا جھوٹ ہے۔ امام بخاری کے بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا:

”و إمام الدنيا في فقه الحديث“

اور آپ فقہ حدیث میں دنیا کے امام تھے۔ (تقریب التہذیب: ۵۷۲۵) امام مسلم کے بارے میں فرمایا: ”...عالم بالفقه“ فقہ کے عالم (تقریب التہذیب: ۶۶۲۳) ۲: وإنما أنا قاسم (اور میں تو تقسیم کرنے والا ہوں) کی تشریح میں قسطلانی نے لکھا ہے: ”أي أقسم بينكم تبليغ الوحي من غير تخصيص“، یعنی میں بغیر کسی تخصیص کے تمہارے درمیان وحی کو تقسیم کر رہا ہوں۔ (ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۷۰) معلوم ہوا کہ قاسم سے مراد قرآن و حدیث کا علم لوگوں میں تقسیم کرنا اور پھیلانا ہے۔ بعض لوگوں نے اس سے تقسیم مال (یعنی مال غنیمت کی لوگوں میں تقسیم) مراد لیا ہے اور یہ مفہوم بھی صحیح ہے۔

۳: یہ حدیث سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبے میں بیان فرمائی، جو اس کی دلیل ہے کہ خلفائے اسلام حدیث کو حجت سمجھتے تھے اور عوام میں اُس کی علانیہ تبلیغ بھی کرتے تھے لہذا منکرین حدیث کا صحیح حدیث سے انکار خوارج و معتزلہ کی تقلید اور عجمی سازش ہے۔

۴: یہ تقسیم کرنا رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تھا اور آپ کی وفات کے بعد اب تمام تفقہ آپ کی احادیث صحیحہ کی اتباع میں ہی ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

دلہن کی گود میں چھوٹا بچہ اور دولہا کے گلے میں ہار
سوال: جب گھر میں نئی دلہن آتی ہے تو بعض لوگ اُس کی گود میں چھوٹا بچہ بٹھاتے ہیں
تاکہ اُس کی بھی اولاد ہو۔ کیا یہ جائز ہے؟ (حاجی نذیر خان، دامان حضرو)
جواب: یہ ہندوانہ رسم ہے جس کا اسلام میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

لطیفہ: احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے:

”دُلہن کو بیاہ کر لائیں تو مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں
چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے یہ پانی بھی قابلِ وضو رہنا چاہئے اگر دُلہن با وضو یا نابالغہ
تھی کہ یہ اور اس کا سابق از قبیل اعمال ہیں نہ از نوع عبادات اگرچہ نیت اتباع انہیں قربت
کردے واللہ تعالیٰ اعلم۔“ (فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات ج ۲ ص ۵۹۵ فقرہ: ۱۵۶)

بریلوی کی یہ بات کہ ”پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں...“ بالکل بے
دلیل اور مردود ہے بلکہ عوام کی گپ شپ معلوم ہوتی ہے جسے فتاویٰ رضویہ میں بطور استدلال
درج کر لیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

دولہا کے گلے میں ہار؟

سوال: دولہا کے گلے میں ہار ڈالنا کیسا ہے؟ (حاجی نذیر خان، دامان حضرو)
جواب: یہ ایک فضول رسم ہے جس کا دین اسلام میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

گھر والوں کو السلام علیکم کہنا

سوال: کیا گھر میں داخل ہونے والا اپنے اہل خانہ مثلاً ماں، بہن، بیٹی اور بیوی وغیرہا کو
السلام علیکم کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ دلیل سے جواب دیں۔ (حاجی نذیر خان، دامان حضرو)
جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ

عند الله مباركة طيبة ﷺ جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنوں کو سلام کرو، وہ تحفہ جو اللہ کی طرف سے برکتوں والا پاک ہے۔ (النور: ۶۱)

سیدنا جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اذا دخلت على أهلک وسلم علیہم تحية من عند الله مباركة طيبة“ جب تو اپنے گھر والوں کے پاس داخل ہو تو انھیں سلام کہہ، ایسا تحفہ جو اللہ کی طرف سے برکت والا پاک ہے۔

(الادب المفرد للبخاری: ۱۰۹۵ اسنادہ صحیح)

اس آیت اور فتویٰ صحابی سے معلوم ہوا کہ گھر میں داخل ہوتے وقت گھر والوں مثلاً ماں، بیٹی، بہن، بیوی اور بھائی وغیرہ کو السلام علیکم کہنا چاہئے۔ اس میں بڑی برکت اور ثواب ہے۔ والحمد للہ

کیا چاروں امام برحق ہیں؟

سوال: بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ چار امام برحق ہیں مگر تقلید صرف ایک کی کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث سے جواب دیں کہ امام کس طرح برحق ہیں اور ان کو ماننا کس حد تک جائز ہے؟ (حاجی نذیر خان، دامن حضور)

جواب: اہل اسلام میں ہزاروں لاکھوں امام گزرے ہیں مثلاً تمام صحابہ کرام، تمام صحیح العقیدہ ثقہ تابعین و تبع تابعین اور دیگر ائمہ عظام رحمہم اللہ جامعین۔

اس وقت دنیا میں آلِ تقلید کے کئی گروہوں میں سے دو بڑے گروہ ہیں:

اول: مذاہب اربعہ میں سے صرف ایک مذہب کی تقلید کرنے والے: یہ لوگ امام مالک، ابوحنیفہ، شافعی اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ کو چار امام کہتے ہیں۔

دوم: شیعہ یعنی روافض: یہ اہل بیت کے بارہ اماموں کو امام برحق اور معصوم مانتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اہل سنت کی طرف منسوب تقلیدی مذاہب والے لوگوں کے نزدیک چار اماموں سے مراد مالک بن انس المدنی، ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الکوئی الکابلی، محمد بن ادریس الشافعی

الہاشمی اور احمد بن حنبل الشیبانی البغدادی رحمہم اللہ ہیں۔
مذکورہ چار اماموں کو برحق ماننے کے دو معنی ہو سکتے ہیں:
۱: یہ چاروں حدیث اور فقہ کے بڑے امام تھے۔

عرض ہے کہ امام ابوحنیفہ کے بارے میں جمہور سلف صالحین کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل
التاریخ الکبیر للتجاری، لکنی للامام مسلم، الضعفاء للنسائی، الکامل لابن عدی، الضعفاء للعقيلي،
الکجر و حین لابن حبان اور میری کتاب ”الاسانید الصحیحہ فی اخبار الامام ابی حنیفہ“ میں ہے۔
پانچویں صدی ہجری سے لے کر بعد والے زمانوں میں عام اہل حدیث علماء (محدثین)
کے نزدیک امام ابوحنیفہ فقہ کے ایک مشہور امام تھے اور یہی رائج ہے۔
حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ”فقیہ مشہور“ یعنی امام ابوحنیفہ مشہور فقیہ تھے۔

(دیکھئے تقریب التہذیب: ۷۱۵۳)

امام یزید بن ہارون الواسطی (متوفی ۲۰۶ھ) رحمہ اللہ نے فرمایا: ”أدرکت الناس
فما رأیت أحداً أعقل ولا أفضل ولا أودع من أبی حنیفۃ“ میں نے (بہت
سے) لوگوں کو دیکھا ہے لیکن ابوحنیفہ سے زیادہ عقل والا، افضل اور نیک کوئی بھی نہیں
دیکھا۔ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۶۴ وسندہ صحیح)

سنن ابی داود کے مصنف امام ابو داود سجستانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”رحم اللہ مالکاً
کان إماماً، رحم اللہ الشافعی کان إماماً، رحم اللہ أبا حنیفۃ کان إماماً“
مالک (بن انس) پر اللہ رحم کرے وہ امام تھے، شافعی پر اللہ رحم کرے وہ امام تھے، ابوحنیفہ
پر اللہ رحم کرے وہ امام تھے۔ (الانقضاء لابن عبد البر ص ۳۲ وسندہ صحیح، الاسانید الصحیحہ ص ۸۲)
ان کے علاوہ حکم بن ہشام الثقفی، قاضی عبداللہ بن شبرمہ، شقیق النخعی، عبدالرزاق بن
ہمام صاحب المصنف، حافظ ابن عبدالبر اور حافظ ذہبی وغیرہم سے امام ابوحنیفہ کی تعریف و
ثناء ثابت ہے۔

تنبیہ: حدیث میں ثقہ ہونا یا نہ ہونا، حافظے کا قوی ہونا یا نہ ہونا، یہ علیحدہ مسئلہ ہے جس کی

مفصل تحقیق ”الاسانید الصحیحہ“ میں مرقوم ہے۔ بطور خلاصہ عرض ہے کہ جمہور محدثین نے (جن کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے) امام صاحب پر حافظے وغیرہ کی وجہ سے جرح کی ہے۔

ماہنامہ الحدیث حضرو، وغیرہ میں ہم نے اپنا منہج بار بار واضح کر دیا ہے کہ اگر محدثین کرام کے درمیان کسی راوی کے بارے میں جرح و تعدیل کا اختلاف ہو تو ہمارے نزدیک، تطبیق نہ ہونے کی صورت میں ہمیشہ جمہور محدثین کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

باقی تینوں امام حدیث میں ثقہ اور فقہ میں امام تھے۔ رحمہم اللہ اجمعین
۲: اگر چار امام برحق ہونے کا یہ مطلب ہے کہ لوگوں پر ان چاروں میں سے صرف ایک امام کی تقلید واجب یا جائز ہے، تو یہ مطلب کئی وجہ سے باطل ہے:

① عربی لغت میں ”بے سوچے سمجھے یا بے دلیل پیروی“ کو تقلید کہتے ہیں۔ دیکھئے القاموس الوحید (ص ۱۳۴۶) اور میری کتاب: ”دین میں تقلید کا مسئلہ“ ص ۷
بے دلیل پیروی قرآن مجید کی رو سے ممنوع ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ اور جس کا تجھے علم نہ ہو، اُس کی پیروی نہ کر۔
(سورۃ بنی اسرائیل: ۳۶)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تقلید نہیں کرنی چاہئے۔
نیز دیکھئے المستصفیٰ من علم الاصول للغزالی (۳۸۹/۲) اعلام الموقعین لابن القيم (۱۸۸/۲)
اور الرّد علیٰ من اخلد الی الارض للسیوطی (ص ۱۲۵، ۱۳۰)
⑤ رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث میں ائمہ اربعہ میں سے صرف ایک امام کی تقلید کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے لہذا مروّجہ تقلید بدعت ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۶۸، دار السلام: ۲۰۰۵)

③ صحابہ کرام سے مروّجہ تقلید ثابت نہیں بلکہ بعض صحابہ سے صراحۃً تقلید کی ممانعت ثابت ہے۔ مثلاً سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دین میں لوگوں کی تقلید نہ کرو۔۔۔ الخ

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۰۲، وسندہ صحیح، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۵)
سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رہا عالم کی غلطی کا مسئلہ تو اگر وہ سیدھے راستے پر بھی ہو تو
اپنے دین میں اُس کی تقلید نہ کرو۔ الخ

(کتاب الزہد لامام کعب بن الجراح ج ۱ ص ۲۹۹، ۳۰۰ ح ۱ وسندہ حسن، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۶)

۴) اس پر اجماع ہے کہ مروّجہ تقلید ناجائز ہے۔

دیکھئے النبذة الکافیة فی احکام اصول الدین لابن حزم (ص ۷۱) (الروای من اخلد الی الارض
للسیوطی (ص ۱۳۱، ۱۳۲) اور دین میں تقلید کا مسئلہ (ص ۳۲، ۳۵)

۵) تابعین کرام میں سے کسی سے بھی مروّجہ تقلید ثابت نہیں بلکہ ممانعت ثابت ہے۔ مثلاً
امام شعیبی نے فرمایا: یہ لوگ تجھے رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث بتائیں تو اسے پکڑ لو اور جو
بات وہ اپنی رائے سے کہیں، اُسے کوڑے کرکٹ پر پھینک دو۔

(مسند الدارمی ۱/۶۷۷ ح ۲۰۶ وسندہ صحیح)

حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ نے فرمایا: لوگوں میں سے ہر آدمی کی بات آپ لے بھی سکتے ہیں اور رد
بھی کر سکتے ہیں سوائے نبی ﷺ کے [یعنی آپ ﷺ کی ہر بات لینا فرض ہے۔]

(الاحکام لابن حزم ۶/۲۹۳ وسندہ صحیح)

ابریہم نخعی رحمہ اللہ کے سامنے کسی نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول پیش کیا تو انھوں نے
فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مقابلے میں تم سعید بن جبیر کے قول کا کیا کرو گے؟

(الاحکام لابن حزم ۶/۲۹۳ وسندہ صحیح)

۶) لوگوں کے مقرر کردہ ان چاروں اماموں سے بھی مروّجہ تقلید کا جواز یا وجوب ثابت نہیں
بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ولا تقلدونی“ اور تم میری تقلید نہ کرو۔

(آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم ص ۵۱ وسندہ حسن، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۸)

مزید عرض ہے کہ امام شافعی نے اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع فرمایا تھا۔

دیکھئے مختصر المرنی (ص ۱)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: اپنے دین میں تو ان میں سے کسی ایک کی بھی تقلید نہ کر۔ (مسائل ابی داؤد ص ۲۷۷)

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ”یہ ممانعت صرف مجتہدین کے لئے ہے“ بے دلیل ہونے کی وجہ سے باطل اور مردود ہے۔

⑤ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اے یعقوب (ابو یوسف)! تیری خرابی ہو، میری ہر بات نہ لکھا کر، میری آج ایک رائے ہوتی ہے اور کل بدل جاتی ہے۔ کل دوسری رائے ہوتی ہے تو پھر پرسوں وہ بھی بدل جاتی ہے۔

(تاریخ یحییٰ بن معین، روایۃ الدورۃ ۲/۶۰۷ تا ۲۳۶۱ وسندہ صحیح، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۹)

مشہور ثقہ راوی قاضی حفص بن غیاث النخعی الکوفی (متوفی ۱۹۴ھ) نے فرمایا:

”كنت أجلس إلى أبي حنيفة فأسمعه يفتي في المسئلة الواحدة بخمسة

أقوال في اليوم الواحد، فلما رأيت ذلك تركته وأقبلت على الحديث“

میں ابو حنیفہ کے پاس بیٹھتا تھا تو ایک دن میں ہی انھیں ایک مسئلے کے بارے میں پانچ اقوال کہتے ہوئے سنتا، جب میں نے یہ دیکھا تو انھیں ترک کر دیا (یعنی چھوڑ دیا) اور حدیث (پڑھنے) کی طرف متوجہ ہو گیا۔ (کتاب السنۃ لعبد اللہ بن احمد بن حنبل: ۳۱۶ وسندہ صحیح)

حفص بن غیاث سے اس روایت کے راوی عمر بن حفص بن غیاث ثقہ تھے۔ دیکھئے کتاب الجرح والتعديل لابن ابی حاتم (۱۰۳/۶ تا ۵۴۴ نقلہ عن ابیہ ابی حاتم الرازی قال: کوفي ثقة) اُن پر جرح مردود ہے۔

عمر بن حفص کے شاگرد ابراہیم بن سعید الجوهري ابو اسحاق ثقہ ثبت تھے۔ دیکھئے تاریخ بغداد (۹۳/۶ ت ۳۱۲) اور الاسانید الصحیحہ (ص ۱۴) اُن پر ابن خراش رافضی کی جرح مردود ہے۔

ابراہیم الجوهري رحمہ اللہ اس روایت میں منفرد نہیں بلکہ احمد بن یحییٰ بن عثمان نے اُن کی متابعتِ تامہ کر رکھی ہے۔

- دیکھئے کتاب المعرفة والتاریخ لئلا امام یعقوب بن سفیان الفارسی (ج ۲ ص ۷۸۹)
- اگر احمد بن یحییٰ بن عثمان کا ذکر کاتب کی غلطی نہیں تو عرض ہے کہ یعقوب بن سفیان سے مروی ہے کہ میں نے ہزار اور زیادہ اساتذہ سے حدیث لکھی ہے اور سارے ثقہ تھے الخ
- (تہذیب الکمال ج ۱ ص ۴۶، مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر، اختصار ابن منظور ۱۰۶۳، ترجمہ احمد بن صالح المصری)
- تاریخ دمشق کا مذکورہ ترجمہ نسخہ مطبوعہ میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس قول کی سند مل نہ سکی اور یہ قول اختصار کے ساتھ تاریخ بغداد (۴/۱۹۹، ۲۰۰، وسندہ صحیح) وغیرہ میں موجود ہے۔
- واللہ اعلم نیز دیکھئے التکلیل لمافی تأنیب الکوفی من الالباطیل (۲۴۱)
- ۸ بعد کے علماء نے بھی مروّجہ تقلید سے منع فرمایا تھا مثلاً امام ابو محمد القاسم بن محمد بن القاسم القرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۶ھ) نے مقلدین کے رد پر ایک کتاب لکھی۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۱۳/۳۳۹، ۱۵۰) اور دین میں تقلید کا مسئلہ (ص ۳۹)
- حافظ ابن حزم نے کہا: اور تقلید حرام ہے۔ (البذّة الکافی فی احکام اصول الدین ص ۷۰)
- یعنی حنفی (!) نے کہا: پس مقلد غلطی کرتا ہے اور مقلد جہالت کا ارتکاب کرتا ہے اور ہر چیز کی مصیبت تقلید کی وجہ سے ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ ج ۱ ص ۳۱۷)
- ۹ دین اسلام میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے کہ امام ابو حنیفہ کی تقلید کرنے والے پر امام شافعی وغیرہ کی تقلید حرام ہے۔
- ۱۰ مروّجہ تقلید کی وجہ سے امت میں بڑا انتشار اور اختلاف ہوا ہے۔
- مثلاً دیکھئے الفوائد البہیہ (ص ۱۵۲، ۱۵۳) میزان الاعتدال (۵۲/۴) فتاویٰ البرازیہ (۱۱۲/۴) اور دین میں تقلید کا مسئلہ (۸۹، ۹۰)
- مزید تفصیل کے لئے اعلام الموقعین وغیرہ بہترین کتابوں کا مطالعہ کرنا مفید ہے۔
- درج بالا جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ فقیہ ہونے کے لحاظ سے چاروں امام اور دوسرے ہزاروں لاکھوں ثقہ صحیح العقیدہ امام برحق تھے مگر دین میں مروّجہ تقلید کسی ایک کی بھی جائز نہیں اور لوگوں پر یہ فرض ہے کہ سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں قرآن وحدیث اور اجماع پر عمل

کریں اور مروجہ تقلیدی مذاہب سے اپنے آپ کو دور رکھیں کیونکہ ان تقلیدی مذاہب کے اماموں کی پیدائش سے پہلے اہل سنت کا مذہب دنیا میں موجود تھا۔
شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ابو حنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل کے پیدا ہونے سے پہلے اہل سنت و جماعت کا مذہب قدیم و مشہور ہے کیونکہ یہ صحابہ کا مذہب ہے۔
(منہاج السنہ ج ۱ ص ۲۵۶، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۶۳)

نماز کی نیت زبان سے؟

سوال: ہمارے علاقے میں عام لوگ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو تکبیر سے پہلے، زبان سے نماز کی نیت کرتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟ (حاجی نذیر خان، دامان حضرو)
جواب: زبان کے ساتھ نماز کی نیت کرنا قرآن مجید، احادیث صحیحہ، اجماع، آثارِ صحابہ اور آثارِ تابعین سے قطعاً ثابت نہیں ہے لہذا یہ عمل غلط ہے اور اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔
نیز دیکھئے میری کتاب ”ہدیۃ المسلمین“ حدیث نمبر ۱

نبی اکرم ﷺ کے وسیلے سے دعا؟

سوال: نبی اکرم ﷺ کے وسیلے سے اور آپ کے صدقے سے دعا کرنا کیسا ہے؟
(حاجی نذیر خان، دامان حضرو)
جواب: نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے وسیلے سے اور آپ کے صدقے سے دعا کرنا قرآن، حدیث، اجماع اور آثارِ سلف صالحین سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ”الوسیلہ“ وغیرہ۔
سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قحط ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عباس بن عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ استسقاء کرتے (یعنی نماز استسقاء پڑھتے) تو فرماتے:
اے اللہ ہم تیری طرف نبی ﷺ (کی دعا) کے ذریعے سے توسل کرتے تھے تو تُو ہمیں پانی پلاتا تھا اور ہم نبی ﷺ کے چچا کے ذریعے (یعنی اُن کی دعا) سے توسل کرتے ہیں لہذا

ہم پر پانی نازل فرما۔ پھر بارش ہوتی تھی۔ (صحیح بخاری: ۱۰۱۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فوت شدہ کا کوئی وسیلہ نہیں بلکہ زندہ آدمی کی نماز اور دعا کا وسیلہ ثابت ہے۔ اس حدیث میں توسل سے مراد زندہ آدمی کی دعا ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب الہدایہ میں لکھا ہوا ہے کہ

”وَيُكْرَهُ أَنْ يَقُولَ فِي دُعَائِهِ بِحَقِّ فَلَانٍ أَوْ بِحَقِّ أَنْبِيَاءٍ لَمْ يَرْسَلْكَ لَاحِقٌ لِلْمَخْلُوقِ عَلَى الْخَالِقِ“ اور دعائیں بحق فلان یا بحق انبیاء و رسل کہنا مکروہ ہے کیونکہ خالق پر مخلوق کا کوئی حق نہیں ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۴۷۵ کتاب الکراہیۃ)

بغیر کسی وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے اور علیم و قدیر ہے۔ تمام انبیاء و شہداء و صالحین بغیر کسی وسیلے کے ڈائریکٹ صرف ایک اللہ رب العالمین سے ہی دعائیں مانگتے تھے۔

نور اور بشر کا مسئلہ؟

سوال: کیا یہ جائز ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو صرف نور مانا جائے اور بشر نہ مانا جائے؟

دلیل سے جواب دیں۔ (حاجی نذیر خان، دامان حضرو)

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی اکرم ﷺ رسول اللہ ہونے کے ساتھ ساتھ انسان اور بشر تھے جیسا کہ قرآن مجید، احادیث متواترہ اور اجماع سے ثابت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ)) الخ میں تو بشر ہوں۔ الخ

(صحیح بخاری: ۶۹۶۷، صحیح مسلم: ۱۷۱۳)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”كَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ“ آپ (ﷺ) انسانوں میں سے ایک بشر تھے۔ (الادب المفرد للبخاری: ۵۴۱، وسندہ صحیح، روایۃ البخاری عن عبد اللہ بن صالح کاتب الیث صحیحہ و تابع عبد اللہ بن وہب عند ابن حبان فی صحیحہ، الاحسان: ۵۶۳۶، دوسرے نسخہ: ۵۶۷۵)

تمام صحابہ و تابعین کا یہی عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد میں

سے تھے اور بشر تھے۔ کسی ایک آیت یا حدیث سے آپ کی بشریت کی نفی ثابت نہیں ہے۔ انگریزوں کے دور میں پیدا ہونے والے بریلوی فرقے کی مشہور کتاب ”بہارِ شریعت“ میں لکھا ہوا ہے کہ ”عقیدہ۔ نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو۔ اور رسول بشر ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ملائکہ میں بھی رسول ہیں۔ عقیدہ۔ انبیاء سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہو نہ عورت۔“ (حصہ اول ص ۷)

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ بشر ہونے کے ساتھ رسول، نبی اور نورِ ہدایت بھی تھے لیکن یہ کہنا کہ آپ بشر نہیں بلکہ نور من نور اللہ تھے، کتاب و سنت کے خلاف اور باطل عقیدہ ہے اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ آپ نوری مخلوق تھے جو لباسِ بشریت میں دنیا میں تشریف لائے تھے، کیونکہ اس عقیدے کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔ وما علینا إلا البلاغ (۲۰/ دسمبر ۲۰۰۸ء)

امام بخاری کی قبر اور مشکِ کستوری؟

محمد بن ابی حاتم الوراق (وراق البخاری) سے روایت ہے کہ میں نے (ابو منصور) غالب بن جبریل (الخرتگی السمرقندی) سے سنا: جب ہم نے (امام) بخاری کا جنازہ پڑھا اور آپ کو قبر میں دفن کیا تو مٹی سے مشک (کستوری) کی خوشبو (مہک) آتی رہی اور عرصہ دراز تک لوگ دُور دُور سے آکر قبر کی مٹی کو بطور تبرک لے جاتے رہے۔

(ہدی الساری ص ۴۹۳، تذکرۃ المحدثین از غلام رسول سعیدی بریلوی ص ۱۷۹)

یہ سارا قصہ ثابت نہیں ہے کیونکہ نہ تو محمد بن ابی حاتم الوراق کا ثقہ و صدوق ہونا معلوم ہے اور نہ غالب بن جبریل کی توثیق کہیں ملی ہے۔ محمد بن ابی حاتم الوراق تک سند بھی نامعلوم ہے۔ مختلف قبروں کی مٹی اور خوشبو والے بے اصل اور ضعیف قصے آج کل عوام الناس میں بہت پھیلے ہوئے ہیں، جن سے اجتناب ضروری ہے۔

وما علینا إلا البلاغ (۲۹/ جون ۲۰۰۹ء)

محمد زبیر صادق آبادی

ماسٹر امین اوکاڑوی کی دورخی

[۱]

ماسٹر امین اوکاڑوی آل دیوبند کے مشہور مناظر تھے۔ آل دیوبند کو ان پر بہت ہی زیادہ فخر ہے۔ ماسٹر امین اوکاڑوی اہل حدیث (اہل سنت) کے خلاف بہت ہی زیادہ گندی زبان استعمال کرتے تھے۔ ایسے الفاظ استعمال کرتے تھے کہ شمارہ الحدیث میں ان کو نقل کرنا ہی مناسب نہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے تجلیات صفدر (ج ۵ ص ۴۲۶، ج ۲ ص ۱۹۳)

ماسٹر امین نے اپنے ایک بھتیجے محمود عالم صفدر کی تربیت کی، وہ بھی ماسٹر امین اوکاڑوی کی بولی بولنے لگا ہے اور اس نے بھی اہل حدیث کے خلاف ایسی گندی زبان استعمال کی ہے جس کو یہاں نقل تو نہیں کیا جاسکتا البتہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتوحات صفدر (ج ۳ ص ۱۵۲، حاشیہ)

اسی محمود عالم صفدر اوکاڑوی نے لکھا ہے: ”جماعت غیر مقلدین کا بانی زیدی شیعہ کا شاگرد تھا اور خود بھی شیعہ ہو گیا تھا جس کی تفصیل آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ اور زیدی شیعہ کو کافر کہنا واجب ہے۔ لہذا جماعت غیر مقلدین کو اہل حق میں کیسے کہا جاسکتا ہے؟ نہ ہی ان کو اہل سنت سمجھا جاسکتا ہے، کیونکہ یہ خود اہل سنت کہلوانا پسند نہیں کرتے، ورنہ یہ اپنا نام اہل حدیث نہ رکھتے۔ اس لئے ان کو نرم سے نرم الفاظ میں شیعہ یا چھوٹے رافضی کہہ سکتے ہیں، ورنہ بقول قاری عبدالرحمن محدث ان کا کفر شیعوں سے کہیں بڑھا ہوا ہے۔ قاری عبدالرحمن صاحب کے الفاظ یہ ہیں۔ ”ان موحدوں کے اسلام میں کلام ہے، بطور تنزل کے ان کو شیعہ کہنا چاہئے۔“ (فتوحات صفدر ج ۲ ص ۳۵۵ تا ۳۵۶، حاشیہ)

[عبدالرحمن پانی پتی تقلیدی سخت فرقہ پرست تھا، اُس کا ثقہ و صدوق ہونا ثابت نہیں بلکہ اُس نے اہل حدیث کے خلاف جھوٹ پر جھوٹ بولے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۴۲ ص ۲۱]

اسی محمود عالم صفدر نے ماسٹر امین اوکاڑوی کے مناظروں کو قطع و برید کے ساتھ شائع کیا ہے۔ ان مناظروں میں سے ہی امین اوکاڑوی کی دورخی کی ایک واضح مثال پیش خدمت ہے:

ماسٹر امین اوکاڑوی نے ایک اہل حدیث عالم شمشاد سلفی حفظہ اللہ سے ایک مناظرہ فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر کیا اور اس مناظرے میں بڑے زور و شور سے دعویٰ کیا کہ مناظرے میں دلیل پیش کرتے ہوئے سب سے پہلے قرآن سے دلیل پیش کرنی چاہیے جبکہ دوسری طرف ماسٹر امین اوکاڑوی نے مماتی دیوبندی احمد سعید ملتانی سے ایک مناظرہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر کیا اور اس میں بڑے زور و شور سے دعویٰ کیا کہ مناظرے میں قرآن کے بجائے حدیث پیش کرنی چاہئے۔

مولانا شمشاد سلفی حفظہ اللہ سے مخاطب ہو کر ماسٹر امین اوکاڑوی نے علانیہ کہا: ”شمشاد صاحب اگر واقعی اپنے آپ کو اہل حدیث سمجھتے ہیں تو ان کا یہ فرض تھا کہ پہلے مناظرہ کا یہ اصول بتاتے کہ نبی اقدس ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا تھا سب سے پہلے مسئلہ کہاں سے لوگ انہوں نے عرض کیا حضرت خدا کی کتاب سے لوں گا اور نبی اقدس ﷺ نے پوچھا اگر کتاب اللہ سے مسئلہ نہ ملے تو پھر کہاں سے لوگ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کی سنت سے مسئلہ لوں گا۔ حدیث فان لم تجد فیہ کے لفظ ہیں۔ آپ اس کو ایسے ہی سمجھیں جیسے قرآن پاک میں آتا ہے اگر آپ کو پانی نہ ملے تو پھر آپ تیمم کریں گے۔ یا پانی کے ہوتے ہوئے بھی آپ تیمم کرنے کیلئے بیٹھ جائیں گے؟ تو شمشاد صاحب کا فرض ہے کہ اگر یہ اللہ کے نبی کی حدیث کو واقعی مانتے ہیں جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے تو یہ پہلے اٹھ کر یہ حدیث پڑھتے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ہمیں بات کرنے کا یہ ڈھنگ بتایا ہے۔“ (فتوحات صفدر ج ۱ ص ۳۹۲، دوسرے نسخہ ص ۳۵۴)

[تنبیہ: سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ روایت کئی وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔ مثلاً امام ترمذی نے فرمایا: میرے نزدیک اس کی سند متصل نہیں ہے۔ (دیکھئے سنن الترمذی: ۱۳۲۸)] اسی طرح پروفیسر عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ کے ساتھ مناظرہ میں اوکاڑوی نے اس بات پر زور دیا کہ پہلے قرآن سے دلیل پیش کی جائے۔ اوکاڑوی کے الفاظ یہ ہیں: ”میں یہ عرض کروں گا کہ پروفیسر صاحب کی یہ بات اللہ کے نبی ﷺ کے ارشادات کے

بالکل خلاف ہے۔ نبی اقدس ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ فرمایا تو آپ کو یہ منشور بتایا کہ سب سے پہلے کتاب اللہ شریف ہوگی فان لم تجد فیہ اگر اس میں مسئلہ نہ ملے تو پھر سنت رسول اللہ ﷺ کی باری آئے گی۔“ (فتوحات صفحہ ۷۳)

اسی طرح مولانا عبدالعزیز نورستانی حفظہ اللہ کے ساتھ مناظرہ میں بھی ماسٹر امین اوکاڑوی نے یہی اصول پیش کیا۔ دیکھئے فتوحات صفحہ (۲۲۳ ج ۳ ص ۲۲۳)

لیکن دوسری طرف جب امین اوکاڑوی نے احمد سعید ملتانی مماتی دیوبندی کے ساتھ مناظرہ کیا تو احمد سعید ملتانی نے ماسٹر امین سے کہا کہ پہلے قرآن سے دلیل پیش کرو تو اوکاڑوی نے یہ اصول پیش کیا کہ مناظرے میں قرآن کی بجائے حدیث پیش کی جائے گی۔ چنانچہ ماسٹر امین اوکاڑوی کے الفاظ یہ ہیں: ”... اس لئے میں نے جو طریقہ اختیار کیا وہ عام فہم ہے کیونکہ یہی طریقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا تھا۔ جب انکو خارجیوں کی طرف مناظر بنا کر بھیجا تھا کہ ان سے قرآن پڑھ کر مناظرہ نہ کرنا کیونکہ قرآن مجمل کتاب ہے، ہر شخص اس کے مطالب کو اپنی طرف کھینچے گا، حدیث رسول ﷺ پڑھ کر مناظرہ کرنا کیونکہ حدیث میں بات واضح ہوتی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خارجی قرآن قرآن کی رٹ لگائیں گے، کیونکہ قرآن میں اجمال زیادہ اور تفصیل کم ہے اس لئے اس میں غلط بات ملائی جاسکتی ہے۔ جب خارجی قرآن پڑھیں تو تم ان کو میرے نبی ﷺ کی حدیث سے پکڑنا، کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث میں بات واضح ہوتی ہے۔“

(فتوحات صفحہ ۲ ص ۲۰۳ تا ۲۰۴)

اوکاڑوی نے مزید کہا: ”اسی طرح جب ہمارا مناظرہ قادیانیوں سے ہوتا ہے ہم صاف حدیث پڑھتے ہیں ان عیسیٰ لم یمت و انکم راجع الیکم قبل یوم القیامہ بے شک اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور تمہارے پاس قیامت سے پہلے آنے والے ہیں، تو اس وقت قادیانی یہی شور مچاتا ہے کہ پہلے قرآن پیش کرو، پہلے قرآن پیش کرو۔ کیونکہ ہمیں باب مدینہ العلم رضی اللہ عنہ نے مناظرے کا طریقہ بتایا ہے، نمازوں کے

اوقات اگرچہ مفسرین قرآن سے بھی ثابت کرتے ہیں، لیکن ہم عوام کو سمجھانے کے لئے احادیث ہی پیش کرتے ہیں۔“ (فتوحات صفدر ج ۲ ص ۴۰۴)

امین اوکاڑوی نے احمد سعید ملتانی مماتی سے مخاطب ہو کر مزید کہا: ”علامہ صاحب بار بار قرآن قرآن کی بات کو دہراتے ہیں، حالانکہ میں نے تو بات ختم کر دی تھی کہ ایک اجتہاد کی ترتیب ہے اور ایک مناظرے کی ترتیب ہے، اجتہاد کی ترتیب وہی ہے جو مولوی صاحب بیان کر رہے ہیں (لیکن یہ مناظرے کی ترتیب نہیں ہے)“ (فتوحات صفدر ج ۲ ص ۴۱۴)

تنبیہ: بریکٹ کے اندر الفاظ میرے نہیں بلکہ خود دیوبندیوں نے ہی لکھے ہیں۔

ماسٹر امین اوکاڑوی نے مزید کہا: ”میں نے جو ترتیب رکھی ہے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یہ مناظرے کی ترتیب ہے جو انہوں نے بتلائی اور جو روایات مولانا احمد سعید صاحب نے پڑھی ہیں اولاً تو وہ ان کو صحیح ثابت نہیں کر سکتے، ثانیاً وہ اس میں مناظرے کا لفظ نہیں دکھا سکتے، یحرفون الکلم عن مواضعہ بات بڑھانا، یہ بات سمجھانا مقصود نہیں ہوتا۔“

(فتوحات صفدر ج ۲ ص ۴۱۵)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے مزید کہا: ”آپ نجران کے عیسائیوں کا مناظرہ کتب میں پڑھیں اس میں اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن سے پہلے اپنی بات سے ان کے سامنے دلائل پیش کیے حضور ﷺ کے مناظرہ کو سامنے رکھیں۔۔۔“ (فتوحات صفدر ج ۲ ص ۴۱۹)

ماسٹر امین اوکاڑوی کی اس دوڑخی کو دیکھ کر مجھے پیارے نبی ﷺ فداہ ابی وادی ورجی و جسدی کا فرمان عالی شان یاد آ گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سب سے بُرے لوگوں میں تم اس کو پاتے ہو جو دو منہ رکھتا ہو ان لوگوں کے پاس ایک منہ لے کر آتا اور ان لوگوں کے پاس دوسرا منہ لے کر جاتا ہے۔“ (صحیح بخاری: ۳۴۹۴، صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۳۰، مترجم وحید الزمان) وحید الزمان کا ترجمہ اس لئے نقل کیا ہے کہ یہ ترجمہ دیوبندیوں کو پسند ہے چنانچہ محمد یحییٰ صدیقی دیوبندی نے اپنے سرشبیر احمد عثمانی دیوبندی کے متعلق کہا:

”علامہ عثمانی کو یہ ترجمہ پسند تھا“ (فضل الباری ج ۱ ص ۲۳) !!

حافظ زبیر علی زئی

رمضان المبارک کے بعض مسائل

اس مختصر مضمون میں رمضان المبارک کے بعض مسائل پیش خدمت ہیں:

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾

پس تم میں سے جو شخص یہ مہینہ (رمضان) پائے تو اس کے روزے رکھے۔ (البقرہ: ۱۸۵)
اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر بالغ مکلف مسلمان پر رمضان کے روزے رکھنا فرض ہے۔ اس عموم سے صرف وہی لوگ خارج ہیں جن کا استثناء قرآن، حدیث اور اجماع سے ثابت ہے۔ مثلاً نابالغ، مسافر، حائضہ عورت، بیمار اور شرعی معذور۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چاند دیکھ کر روزے رکھنا شروع کرو اور چاند دیکھ کر عید کرو، اگر (۲۹ شعبان کو) بادل ہوں تو شعبان کے تیس دن پورے کر کے روزے رکھنا شروع کرو۔ (صحیح بخاری: ۱۹۰۹، صحیح مسلم ۱۰۸۱، مفہوماً)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر شہر اور ہر علاقے کے لوگ اپنا اپنا چاند دیکھ کر رمضان کے روزے رکھنا شروع کریں گے اور اسی طرح عید کریں گے۔

یاد رہے کہ دور کی رویت کا کوئی اعتبار نہیں ہے مثلاً اگر سعودی عرب میں چاند نظر آجائے تو حضرو کے لوگ رمضان کے روزے رکھنا شروع نہیں کریں گے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ملک شام میں جمعہ کی رات کو چاند نظر آیا جب کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ میں ہفتہ کی رات کو چاند دیکھا تھا، پھر انھوں نے اپنے (ثقتہ) شاگرد کے کہنے پر فرمایا: ہم تو تیس تک روزے رکھتے رہیں گے حتیٰ کہ چاند نظر آجائے۔ پوچھا گیا: کیا آپ (سیدنا) معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے روزے کا کوئی اعتبار نہیں کرتے؟ انھوں نے فرمایا: کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اسی طرح حکم دیا تھا۔ (صحیح مسلم: ۱۰۸۷)
اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ ملک شام کی رویت مدینہ میں معتبر نہیں ہے۔ درج

ذیل محدثین و علماء نے اس حدیث پر ابواب باندھ کر یہ ثابت کیا ہے کہ ہر علاقے کے لوگ اپنا اپنا چاند دیکھیں گے:

- ۱: امام ترمذی رحمہ اللہ (باب ماجاء لكل أهل بلد رؤيتهم) سنن الترمذی (۶۹۳)
 - ۲: امام الأئمة شیخ الاسلام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (باب الدلیل علی أن الواجب علی أهل كل بلد صيام رمضان لرؤيتهم ، لا رؤية غیرهم) صحیح ابن خزیمہ (۲۰۵/۳ ح ۱۹۱۶)
 - ۳: علامہ نووی (باب بیان أن لكل بلد رؤيتهم و أنهم إذا رأوا الهلال ببلد لا يثبت حكمه لما بعد عنهم) شرح صحیح مسلم (ج ۷ ص ۱۹۷ تحت ح ۱۰۸۷، طبع احیاء التراث العربی بیروت، لبنان)
 - ۴: محمد بن خلیفہ الوشتابی الابی (حدیث لكل قوم رؤيتهم) شرح صحیح مسلم (ج ۳ ص ۱۹ ح ۱۰۸۷)
 - ۵: ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی (ومن باب : لأهل كل بلد رؤيتهم عند التباعد) المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم (ج ۳ ص ۱۴۱ ح ۹۵۵)
 - ۶: ابو جعفر الطحاوی نے فرمایا: اس حدیث میں یہ ہے کہ ابن عباس نے اپنے شہر کے علاوہ دوسرے شہر کی رویت کا کوئی اعتبار نہیں کیا الخ (شرح مشکل الآثار ۴۲۳/۱ ح ۴۸۱)
- محدثین کرام اور شارحین حدیث کے اس تفقہ کے مقابلے میں چودھویں صدی اور متاخر علماء کے منطقی استدالات مردود ہیں، جو حدیث ابن عباس کو موقوف وغیرہ کہہ کر اپنی تاویلات کا نشانہ بناتے ہیں۔
- حافظ ابن عبد البر الاندلسی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ خراسان کی رویت کا اندلس میں اور اندلس (Spain) کی رویت کا خراسان میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (الاستدکار ۳/۲۸۳ ح ۵۹۲)
- تنبیہ: یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے کہ ساری دنیا کے لوگ ایک ہی دن روزہ رکھیں اور ایک ہی دن عید کریں۔ جغرافیائی لحاظ سے ایسا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ جب مکہ و مدینہ میں دن ہوتا ہے تو امریکہ کے بعض علاقوں میں اُس وقت رات ہوتی ہے۔
- ۳) یہ برحق ہے کہ ہر عمل کی قبولیت کے لئے نیت ضروری ہے لیکن نیت دل کے ارادے کو

کہتے ہیں مثلاً رمضان کی تیاریاں کرنا، چاند دیکھنا یا معلوم کرنے کی کوشش کرنا، سحری کھانا اور تراویح پڑھنا وغیرہ سب کاموں سے نیت ثابت ہو جاتی ہے لیکن یاد رہے کہ زبان کے ساتھ روزے کی نیت (مثلاً بصوم غد نويت من شهر رمضان) ثابت نہیں ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص حالتِ روزہ میں بھول کر کھاپی لے تو اُس کا روزہ برقرار رہتا ہے لہذا وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ شام کو غروبِ آفتاب کے بعد روزہ افطار کرے۔

تنبیہ: یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے کہ ”اگر کوئی شخص روزے میں بھول کر کھاپی رہا ہے تو اسے یاد نہیں دلانا چاہئے“ لہذا اُسے یاد دلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۵) روزہ افطار کرتے وقت درج ذیل دعا پڑھنا سنت سے ثابت ہے:

ذَهَبَ الظَّمْأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ .

پاس ختم ہوئی، رگیں تر ہو گئیں اور اجر ثابت ہو گیا۔ ان شاء اللہ

(سنن ابی داود: ۲۳۵۷ وسند حسن وصحیح الحاکم ۴۲۲۱ والذہبی وحسنہ الدارقطنی ۱۸۲۲، وهو الصواب)

تنبیہ: سنن ابی داود کی ایک روایت میں ”اللہم لك صمت و علی رزقك أفطرت“ کے الفاظ آئے ہیں لیکن یہ روایت ثابت نہیں ہے بلکہ مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۶) گرمی یا پیاس کی وجہ سے سر پر پانی ڈالنا جائز ہے۔

دیکھئے موطاً امام مالک (ج ۱ ص ۲۹۴ ح ۶۶۰ وسندہ صحیح، سنن ابی داود: ۲۳۶۵)

جنابت اور احتلام کی وجہ سے غسل کرنا فرض ہے لیکن اگر گرمی یا ضرورت ہو تو روزے کی حالت میں نہانا بالکل جائز ہے، کیونکہ اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

نیز دیکھئے صحیح بخاری (۱۹۲۵، ۱۹۲۶) صحیح مسلم (۱۱۰۹)

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ (تابعی) کپڑا بھگو کر اپنے چہرے پر ڈالنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۴۰۳ ح ۹۲۱۴ وسندہ صحیح)

(۷) کھجور یا پانی سے روزہ افطار کرنا چاہئے۔

دیکھئے سنن ابی داود (۳۲۵۵ وسندہ صحیح وصحیح الترمذی: ۶۹۵ وابن خزیمہ: ۲۰۶۷ وابن حبان:

۸) ابراہیم نخی رحمہ اللہ (تابعی صغیر) نے فرمایا: اگر تم چاند دیکھو تو کہو:

۹) روزے کی حالت میں مسواک کرنے میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۳/۳۵۸ ج ۹۱۴۹ و سندہ صحیح)

(۱۰) امام زہری رحمہ اللہ (تابعی) نے فرمایا: روزے کی حالت میں سرمہ ڈالنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۲۷۵ ج ۲۷۵ وسند صحیح)

(۱۱) اگر دوران وضو کی کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا جائے تو عطاء (بن ابی رباح رحمہ اللہ تابعی) نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۳/۷۰۳ ح ۹۴۸ وسندہ قوی، روایۃ ابن جریج عن عطاء محمولۃ علی السماع)

(۱۲) جس شخص کو روزے کی حالت میں خود بخود قے آجائے تو اُس کا روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر کوئی شخص جان بوجھ کر قے کرے تو اُس کا روزہ ٹوٹتا ہے۔

یہ مسئلہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے۔ (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۲۸۸ ج ۱۸۸ و سند صحیح)
 تنبیہ: اس بارے میں مرفوع روایت ضعیف ہے۔

۱۳) سورج غروب ہوتے ہی روزہ جلدی افطار کرنا چاہئے۔ (صحیح بخاری: ۱۹۵۷، صحیح مسلم: ۱۰۹۸)
۱۴) جو شخص سحری کھا رہا ہو اور کھانے کا برتن اس کے ہاتھ میں ہو (یعنی وہ کھانا کھا رہا ہو)
اور صبح کی اذان ہو جائے تو وہ کھانا کھا کر اس سے فارغ ہو جائے۔ (سنن ابی داؤد: ۲۳۵۰، سندہ حسن)
۱۵) اگر کوئی شخص کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرائے تو اُسے روزہ دار جتنا ثواب ملتا ہے اور
روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آتی۔ (سنن الترمذی: ۸۰۷، وقال: ”ہذا حدیث حسن صحیح“، سندہ صحیح)
۱۶) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یا کسی صحابی سے بھی بیس رکعات تراویح قولاً یا فعلاً ثابت نہیں ہے بلکہ
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دو صحابیوں سیدنا ابی بن کعب اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ لوگوں
کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں۔ دیکھئے موطأ امام مالک (روایت یحییٰ بن یحییٰ ۱۱۴۱ ج ۲۴۹، سندہ
صحیح) شرح معانی الآثار للطحاوی (۲۹۳۱)

تقلید کے دعویدار محمد بن علی النیموی نے اس اثر کے بارے میں کہا:

”وإسناده صحيح“ اور اس کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن ص ۲۵۰ ج ۷۷)

ان دو صحابیوں میں سے ایک مردوں کو اور دوسرے عورتوں کو تراویح کی نماز پڑھاتے تھے۔
مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ دونوں صحابی گیارہ رکعات
پڑھاتے تھے۔ (ج ۲ ص ۳۹۲ ج ۷۷)

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم (یعنی صحابہ) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے
زمانے میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔ (سنن سعید بن منصور بحوالہ الحادوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۳۴۹)
اس روایت کے بارے میں سیوطی نے کہا:

”بسنده في غاية الصحة“ بہت زیادہ صحیح سند کے ساتھ۔ (الحادوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۳۵۰)
ان صحیح آثار کے مقابلے میں بعض تقلیدی حضرات السنن الکبریٰ للبیہقی اور معرفۃ السنن
والآثار کی جو روایتیں پیش کرتے ہیں، وہ سب شاذ (یعنی ضعیف) ہیں۔

۱۷) رمضان کے پورے مہینے میں باجماعت نماز تراویح پڑھنے کا ثبوت اس حدیث میں
ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إنه من قام مع الإمام حتى ينصرف

کتب له قیام لیلة .)) بے شک جو شخص امام کے ساتھ (نماز سے) فارغ ہونے تک قیام کرتا ہے تو اس کے لئے پوری رات (کے ثواب) کا قیام لکھا جاتا ہے۔

(سنن الترمذی: ۸۰۶۰ وقال: ”هذه احادیث حسن صحیح“ وسنده صحیح)

۱۸) نماز تراویح میں پورا قرآن پڑھنا کئی دلائل سے ثابت ہے۔ مثلاً:

۱: ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور قرآن میں سے جو میسر ہو، اُسے پڑھو۔ (سورة المزمل: ۲۰)

۲: رسول اللہ ﷺ ہر سال رمضان میں جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے تھے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۴۹۹۷) صحیح مسلم (۲۳۰۸)

۳: یہ عمل سلف صالحین میں بلا انکار جاری و ساری رہا ہے۔

۱۹) رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنا سنت ہے لیکن یاد رہے کہ یہ فرض یا واجب نہیں ہے۔ سنیت کے لئے دیکھئے صحیح بخاری (۲۰۲۶) اور صحیح مسلم (۱۱۷۲/۵)

اعتکاف ہر مسجد میں جائز ہے اور جس حدیث میں آیا ہے کہ ”تین مسجدوں کے سوا اعتکاف نہیں ہے“ الخ اس کی سند امام سفیان بن عیینہ کی تدلیس (عن) کی وجہ سے ضعیف ہے اور بعض علماء کا اُسے صحیح قرار دینا غلط ہے۔

۲۰) اگر شرعی عذر (مثلاً بارش) نہ ہو تو عید کی نماز عید گاہ (یا کھلے میدان) میں پڑھنی چاہئے۔ دلیل کے لئے دیکھئے صحیح بخاری (۹۵۶) اور صحیح مسلم (۸۸۹/۹)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر بارش ہو تو عید کی نماز مسجد میں پڑھ لو۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۱۰ وسنده قوی)

۲۱) اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے رمضان کے روزے رہ جائیں اور اگلے سال کا رمضان آجائے تو پہلے رمضان کے روزے رکھیں اور بعد میں قضا روزوں کے بدلے میں روزے رکھیں اور ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا بھی کھلائیں۔ یہ فتویٰ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ (دیکھئے السنن الدارقطنی ج ۲ ص ۱۹۷ ح ۲۳۲۱ وقال: ”إسناده صحیح“ وسنده حسن)

۲۲) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”الإفطار مما دخل وليس مما خرج“

جسم میں اگر کوئی چیز (مرضی سے) داخل ہو تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر کوئی چیز (مثلاً خون) باہر نکلے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (اللاوسط لابن المنذر ج ۱ ص ۱۸۵ ا ۱۸۵ وسندہ صحیح / ترجمہ مفہوم ہے۔) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کا ٹیکہ اور ڈرپ لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لہذا روزے کی حالت میں ہر قسم کے انجکشن لگانے سے اجتناب کریں۔

۲۳ روزے کی حالت میں اگر کبھی وغیرہ خود بخود منہ میں چلی جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ ایسی حالت میں انسان مجبور محض ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ (۱۷۳)

۲۴ روزے کی حالت میں آنکھ یا کان میں دوائی ڈالنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے لہذا اس عمل سے اجتناب کریں۔

۲۵ روزے کی حالت میں خشک یا تروتازہ مسواک اور سادہ برش کرنا جائز ہے لیکن ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے لہذا ٹوتھ پیسٹ یا دانتوں کی دوائی استعمال کرنے سے اجتناب کریں۔

۲۶ روزے کی حالت میں آکسیجن کا پمپ (جس میں دوا بھی ہوتی ہے) استعمال کرنے کا کوئی ثبوت میرے علم میں نہیں ہے لہذا اس فعل سے اجتناب کریں یا پھر اگر شدید بیماری ہے تو روزہ افطار کر کے اسے استعمال کریں۔ بعض موجودہ علماء روزے کی حالت میں آکسیجن کے پمپ کا استعمال جائز سمجھتے ہیں۔ واللہ اعلم

۲۷ چھوٹے بچوں کو روزہ رکھنے کی عادت ڈلوانا بہت اچھا کام ہے۔

۲۸ دائمی مریض جو روزے نہ رکھ سکتا ہو، اسے ہر روزے کا کفارہ دینا چاہئے۔

۲۹ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے رمضان کے روزے رہ گئے ہوں تو پھر اس کے رہ جانے والے تمام روزوں کا کفارہ دینا چاہئے اور اگر اُس پر نذر کے روزے بقایا تھے تو پھر اس کے وارثین یہ روزے رکھیں گے۔

۳۰ سفر میں روزہ نہ رکھنا بھی جائز ہے لیکن اس روزے کی قضا بعد میں ادا کرنا ہوگی اور اگر طاقت ہو اور مشقت نہ ہو تو سفر میں روزے رکھنا بہتر ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

تذکرہ علمائے اہل حدیث

امام مسلم بن الحجاج النیسابوری رحمہ اللہ

نام ونسب: ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوری رحمہ اللہ
ولادت: ۲۰۴ھ وفات: ۲۵/رجب کی رات ۲۶۱ھ

اساتذہ: امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابو یوسف، زہیر بن حرب، عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی، عبد اللہ بن مسلمہ القعقی، علی بن الجعد، عمرو بن علی الفلاس الصیرفی، قتیبہ بن سعید، یحییٰ بن معین، یحییٰ بن یحییٰ النیسابوری، ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابو زرہ الرازی وغیرہم، رحمہم اللہ

تلامذہ: امام ترمذی، ابراہیم بن محمد بن سفیان الفقیہ، صالح بن محمد البغدادی، عبد الرحمن بن ابی حاتم الرازی، محمد بن اسحاق بن خزیمہ، محمد بن اسحاق الشافعی السراج اور ابو عوانہ الاسفرائینی وغیرہم۔ رحمہم اللہ

علمی مقام: ابو محمد عبد الرحمن بن ابی حاتم الرازی نے فرمایا: ”وكان ثقة من الحفاظ، له معرفة بالحديث، سئل أبي عنه فقال: صدوق“ وہ حفاظ میں سے ثقہ تھے، حدیث کی معرفت رکھتے تھے، میرے والد (امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ) سے اُن کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: سچے ہیں۔

(کتاب الجرح والتعديل ۱۸۲/۸، ۱۸۳، تاریخ دمشق لابن عساکر ۶۶/۶۱ وسندہ حسن)

ابو احمد محمد بن عبد الوہاب الفراء نے امام مسلم کے بارے میں فرمایا: وہ لوگوں کے علماء اور حفاظِ علم میں سے تھے، میں اُن کے بارے میں خیر ہی جانتا ہوں، آپ نیک تھے، اللہ آپ پر اور ہم پر رحم فرمائے۔ (تاریخ دمشق ۶۶/۶۱ وسندہ قوی)

امام احمد بن سلمہ بن عبد اللہ النیسابوری نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ ابو زرہ اور ابو حاتم دونوں صحیح حدیث کی معرفت میں مسلم بن الحجاج کو اپنے زمانے کے دوسرے اساتذہ پر ترجیح دیتے تھے۔ (تاریخ دمشق ۶۶/۶۱ وسندہ صحیح)

امام اسحاق بن راہویہ نے امام مسلم کی طرف دیکھ کر فرمایا:

”مردا کاین بوذ“ کامل مرد ہے۔ (تاریخ دمشق ۶۱/۶۱ و سند حسن)

خطیب بغدادی نے کہا: آپ حفاظِ حدیث کے اماموں میں سے ایک تھے... الخ

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۱۰۰)

امام ابوعلی النیسابوری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ما تحت أديم السماء أصح من كتاب مسلم“ آسمان کے نیچے (میرے نزدیک) مسلم کی کتاب سے زیادہ صحیح کوئی (کتاب) نہیں ہے۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ۴۱/۲۵، سند صحیح)

حافظ ابن عساکر نے کہا: ”الإمام المبرر والمصنف المميز“

عالی مقام امام اور ممتاز مصنف۔ (تاریخ دمشق ۶۱/۶۱)

حافظ ابن الجوزی نے کہا: آپ بڑے علماء اور حفاظِ حدیث میں سے تھے۔ (المنتظم ۱۷/۱۲)

حافظ ذہبی نے کہا: ”هو الإمام الكبير الحافظ المجود الحجة الصادق“

وہ بڑے امام، حافظِ مجود، بہترین روایات بیان کرنے والے [روایتِ حدیث میں] حجت (اور) سچے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۲/۵۵۷)

حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: ”ثقة حافظ إمام مصنف عالم بالفقه“

(تقریب التہذیب: ۶۲۳)

امام مسلم کی امامت و عدالت پر اتفاق (اجماع) ہے۔

تصانیف: صحیح مسلم، کتاب الکئی، کتاب المنفردات والوحدان

یہ کتابیں مطبوع ہیں اور کتاب التمیز کا بھی کچھ حصہ مطبوع ہے۔ ان کے علاوہ امام مسلم کی اور بھی بہت سی کتابیں تھیں۔

فوائد: احمد بن سلمہ النیسابوری سے روایت ہے کہ ابو الحسین مسلم بن الحجاج کے لئے ایک مجلسِ مذاکرہ منعقد کی گئی پھر ان کے سامنے ایک حدیث بیان کی گئی، جسے وہ نہیں جانتے تھے تو آپ اپنے گھر چلے گئے اور چراغ جلا لیا۔ انھوں نے گھر والوں کو کہا کہ اس کمرے میں

کوئی بھی نہ آئے تو انھیں بتایا گیا کہ ہمارے پاس کھجور کا تھہ آیا ہے۔ انھوں نے کہا: میرے پاس لے آؤ، تو کھجوریں اُن کے پاس لائی گئیں پھر وہ حدیث تلاش کرتے رہے اور ایک ایک کر کے کھجوریں کھاتے رہے۔ پھر جب صبح ہوئی تو کھجوریں ختم ہو گئیں اور حدیث مل گئی۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳/۱۰۳، ومن طریقہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق ۶۱/۷۰، ۷۱، وابن الجوزی فی المنتظم ۱۲/۱۷۲)

اس کی سند میں محمد بن علی بن احمد المقرئ المعدل راوی نامعلوم ہے اور اگر اس سے مراد قاضی ابوالعلاء الواسطی ہے تو وہ ضعیف تھا۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضور (عدد ۷ ص ۱۶)

لہذا یہ سند ضعیف ہے۔

☆ اسی سند کے ساتھ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیسابوری (صاحب المستدرک وتاریخ نیسابور) سے روایت ہے کہ میرے ساتھیوں میں سے ایک ثقہ نے مجھے بتایا: یہ کھجوریں کھانے کی وجہ سے آپ (امام مسلم) فوت ہو گئے تھے۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳/۱۰۳، تاریخ دمشق ۶۱/۷۰، المنتظم ۱۲/۱۷۲)

اس روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

اول: محمد بن علی المقرئ کا تعین اور توثیق نامعلوم ہے۔

دوم: حاکم سے یہ بات بیان کرنے والا ثقہ (?) نامعلوم ہونے کی وجہ سے مبہول ہے۔

☆ امام مسلم کی کتاب صحیح مسلم کو صحیح بخاری کے بعد تلقی بالقبول حاصل ہے اور صحیح مسلم کی تمام مسند متصل مرفوع احادیث صحیح ہیں۔ والحمد للہ

☆ امام مسلم فقہ کے عالم تھے جیسا کہ تقریب التہذیب (۶۶۲۳) میں لکھا ہوا ہے اور کسی صحیح دلیل سے آپ کا مقلد ہونا ثابت نہیں ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

بخاری اور ابوداؤد توفیقہ کے امام (اور) مجتہد (مطلق) تھے۔ رہے امام مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابویعلیٰ اور البزار وغیرہم تو وہ اہل حدیث کے مذہب پر تھے، علماء میں سے کسی کی تقلید معین کرنے والے، مقلدین نہیں تھے، اور نہ مجتہد مطلق تھے۔

[۱۶/ جون ۲۰۰۹ء]

(مجموع فتاویٰ ج ۲۰ ص ۴۰، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۵۰، ۵۱)

حافظ زبیر علی زئی

دجال اکبر کا خروج (قسط نمبر ۱)

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسول الله الأمين ، أما بعد :
قیامت سے پہلے رُوئے زمین پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ بنی آدم میں سے
ایک مرد: دجال اکبر کا خروج ہوگا، جیسا کہ صحیح اور متواتر احادیث سے ثابت ہے۔
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((لا تقوم الساعة حتى ينبعث دجالون كذابون قريب من ثلاثين، كلهم
يزعم أنه رسول الله .)) اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک تیس کے قریب
جھوٹے دجالوں کا خروج نہ ہو جائے، ان میں سے ہر دجال یہی دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا
رسول ہے۔ (صحیفہ ہمام بن منبہ: ۲۳، صحیح بخاری: ۳۶۰۹)

اس صحیح اور مشہور حدیث سے ثابت ہوا کہ قیامت سے پہلے تیس دجال کذاب نکلیں
گے، جن میں سے ہر دجال اپنے آپ کو رسول اللہ سمجھے گا اور یہ پیشین گوئی (غیب کی خبر)
بالکل سچ اور حقیقت ہے۔ نبوت کا دعویٰ کرنے والے ان دجالوں میں مسلمانہ کذاب اور مرزا
غلام احمد قادیانی وغیرہما بہت مشہور ہیں۔ لعنہم اللہ
سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وإنه سيكون في أمتي كذابون ثلاثون كلهم يزعم أنه نبي و أنا خاتم
النبیین لا نبي بعدی .)) اور میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک
یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے اور (سُن لو!) میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔
(سنن ابی داؤد: ۴۲۵۲ وسندہ صحیح، وأصله في صحيح مسلم: ۲۸۸۹، ابوقحافہ بری من التدریس)

ان تمام دجالوں کے آخر میں دجال اکبر (بڑا دجال) نکلے گا، جس کے فتنے سے بڑا
فتنہ کوئی نہیں۔ دجال اکبر کے بارے میں بعض صحیح احادیث مع ترجمہ درج ذیل ہیں:

دیکھئے صحیح بخاری (۱۸۸۱) صحیح مسلم (۲۹۴۳) عن انس رضی اللہ عنہ

۶) سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دجال کے بارے میں لمبی حدیث سنائی اور فرمایا: دجال آئے گا لیکن مدینے میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ الخ (صحیح بخاری: ۱۳۲، صحیح مسلم: ۲۹۳۸)

۷) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینے کے راستوں پر فرشتے ہوں گے، مدینے میں نہ طاعون داخل ہو سکے گا اور نہ دجال داخل ہو سکے گا۔ (صحیح بخاری: ۱۳۳، صحیح مسلم: ۱۸۸۰، صحیح مسلم: ۱۳۷۹)

۸) سیدنا ابوسعود عقبہ بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کی حدیث بیان کی ہے، جس طرح کی حدیث سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی تھی۔ دیکھئے فقرہ: ۳

۹) سیدنا نواس بن سمعان الکلابی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ مرفوع حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ کانا دجال شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا اور جو شخص اُسے پائے تو اس کے سامنے سورۃ الکہف کی پہلی آیات پڑھے۔ الخ (صحیح مسلم: ۲۹۳۷)

۱۰) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت پر دجال نکلے گا پھر وہ چالیس (دن، مہینے یا سال) رہے گا پھر عیسیٰ بن مریم کو اللہ بھیجے گا تو وہ اسے قتل کر دیں گے۔ الخ (صحیح مسلم: ۲۹۴۰)

۱۱ تا ۲۷) دجال اکبر کے بارے میں درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث بیان کیں:

☆ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (مسند الطیالسی: ۵۴۴، مسند احمد ۱۲۳/۵، ۱۲۴، وسندہ صحیح)

۱۲: سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۲۲۱/۵، ۲۲۲، وسندہ حسن، مسند الطیالسی: ۱۱۰۶)

۱۳: سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

(مسند احمد ۱۶/۵، صحیح ابن حبان: ۲۸۴۵، وسندہ حسن و صحیح الحاکم ۳۲۹/۱-۳۳۱، ووافقه الذہبی واطلاً من ضعفه)

۱۴: سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: ۲۹۴۲، نیز دیکھئے یہی مضمون فقرہ: ۲۹)

۱۵: سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۳۳۳/۳، وسندہ صحیح علی شرط مسلم)

- ۱۶: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۴/۳۷۷ وسندہ حسن و صحیح ابن کثیر فی تفسیرہ ۳/۱۷۷)
- ۱۷: سیدنا ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: ۲۹۴۶)
- ۱۸: سیدنا محسن بن الادریع رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۴/۳۳۸، ۳۳۵ وسندہ حسن، مسند الطیالسی: ۱۲۹۵، ۱۲۹۶)
- ۱۹: سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ (ابوداؤد: ۴۳۲۰ و صحیح یث حسن)
- ۲۰: سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ (ابوداؤد: ۴۳۱۹ وسندہ صحیح و صحیح الحاکم علی شرط مسلم ۴/۵۳۱)
- ۲۱: سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: ۲۹۳۹)
- ۲۲: سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: ۸۰۹)
- ۲۳: سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری: ۷۱۲۵)
- ۲۴: سیدنا مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ
- (سنن الترمذی ۲۲۴۰ وقال: "هذا حديث صحيح" وسندہ حسن، نیز دیکھئے میری کتاب علمی مقالات ج ۱ ص ۱۲۲)
- ۲۵: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
- (سنن ابن ماجہ: ۴۰۸۱ وسندہ حسن و صحیح الحاکم ۴/۳۸۲ والذہبی والبیہقی واخطأ من ضعفه)
- ۲۶: سیدنا ابوسریحہ حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: ۲۹۰۱)
- ۲۷: رجل من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم (مسند احمد ۵/۳۷۵، ۳۷۹، ۴۱۰ وسندہ صحیح)
- ۲۸: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
- اگر دجال نکلے اور میں زندہ ہوں تو میں تمہارے لئے کافی ہوں... حتیٰ کہ وہ شام فلسطین کے ایک شہر لد کے دروازے کے پاس آئے گا، پھر عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے پس وہ اسے قتل کر دیں گے، اس کے بعد وہ زمین میں چالیس سال تک امام عادل اور حاکم منصف کی حیثیت سے رہیں گے۔ (مسند احمد ۶/۵۷۶ وسندہ حسن، صحیح ابن حبان: ۶۷۸۳، علمی مقالات ج ۱ ص ۱۲۰)
- ۲۹: سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے دجال کے بارے میں طویل حدیث بیان کی، جس میں سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم (۲۹۴۲)
- ۳۰: سیدہ اسماء بنت یزید الانصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک

مجلس میں بیٹھ کر لوگوں کو دجال کے بارے میں بتایا، آپ نے فرمایا:
جو شخص میری مجلس میں حاضر ہے اور میری بات سُن رہا ہے تو دوسرے لوگوں تک پہنچا دے،
جان لو کہ اللہ تعالیٰ کا نائیں ہے اور دجال کا نا ہے، اس کی ایک آنکھ نہیں ہے، اس کی دونوں
آنکھوں کے درمیان (یعنی ماتھے پر) کافر لکھا ہوا ہے جسے ہر مومن پڑھے گا، چاہے وہ پڑھا
ہو اتھایا ان پڑھ تھا۔ (مسند احمد ۶/۲۵۶ ج ۲۵۸۰ و سندہ حسن)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں مثلاً حدیث عبداللہ بن حوالہ الازدی رضی اللہ عنہ
(دیکھئے مسند احمد ۵/۲۸۸ و سندہ صحیح و صحیح الجامع ۳/۱۰۱، ووافقہ الذہبی)

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث (سنن ابی داود: ۴۲۹۴ و سندہ حسن)
سیدہ ام شریک رضی اللہ عنہا کی حدیث (صحیح مسلم: ۲۹۴۵)

ان احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہوا کہ قیامت سے پہلے دجال کا خروج بالکل صحیح
اور ثابت شدہ حقیقت ہے لہذا اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ ہمیں دجال کے فتنے سے
بچائے۔ آمین

علمائے کرام نے خروج دجال کے بارے میں مذکورہ احادیث کو متواتر قرار دیا ہے۔
دیکھئے نظم الممتناثر من الحدیث المتواتر (ص ۲۴۰ ج ۲۹۰)
اب سلف صالحین کے بعض آثار پیش خدمت ہیں:

۱: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس دجال کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: لوگو!
دجال کے خروج کے وقت تمھارے تین گروہ بن جائیں گے: ایک اس کی پیروی کرے گا،
دوسرا اپنے باپ دادا کی زمین پر (یعنی دُور) چلا جائے گا اور تیسرا دجال سے قتال کرے گا۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵/۱۹۱ ج ۲۲۶ و ۳۷۷ و سندہ صحیح و فی الأثر لفظہ منکرہ لم أذكرها ولعلها متلقاة
من أهل الكتاب)

۲: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک مسلمان پر دجال کو تسلط دیا جائے گا تو وہ اسے قتل
کرے گا اور پھر وہ زندہ کرے گا۔ الخ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵/۱۵۷ ج ۳۷۵ و سندہ صحیح)

- ۳: سیدنا حذیفہ (بن الیمان) رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دجال کا فتنہ چالیس راتیں رہے گا۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۱۵/۴۳۳ ج ۹، ۳۷۷۷ و سندہ صحیح)
- ۴: سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خروج دجال کے بعد لوگ چالیس سال رہیں گے۔ الخ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵/۴۳۳ ج ۹، ۳۷۷۷ و سندہ حسن)
- ۵: سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کانے دجال کے بارے میں کسی شک میں نہ رہنا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵/۴۳۳ ج ۹، ۳۷۷۷ و سندہ حسن)
- ۶: امام ابو وائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ نے فرمایا: دجال کی پیروی کرنے والے اکثر لوگ یہودی اور زانیہ عورتوں کی اولاد ہوں گے۔ (کتاب العلل لمام احمد ۳/۶۳۷ ج ۱۸۱ و سندہ صحیح، حدیث سفیان الثوری فی روایۃ یحیی القطان محمول علی السماع و لو معنعن)
- ۷: ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دجال ایک گندے پلید گدھے پر نکلے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵/۴۳۳ ج ۹، ۳۷۷۷ و سندہ حسن)
- ۸: سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”أول مصر من أمصار العرب يدخله الدجال البصرة“ عرب کے علاقے میں، دجال سب سے پہلے بصرے میں داخل ہوگا۔ (السنن الواردة فی الفتن للذہبی ۱۱/۴۳۷، ۱۱۴۵ ج ۱۱، ۶۲۴ و سندہ صحیح)
- ۹: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”یتبع الدجال سبعون ألفاً من يهود أصبهان عليهم الطيالة“ دجال کی پیروی اصہبان کے ستر ہزار یہودی کریں گے، جن پر کالی یا سبز چادریں ہوں گی۔ (السنن الواردة فی الفتن للذہبی ۱۱/۴۳۷، ۱۱۴۵ ج ۱۱، ۶۳۰ و سندہ حسن)
- تنبیہ: اس طرح کی روایت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی سند کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم (۲۹۴۴، ترقیم دار السلام: ۷۳۹۲)
- ۱۰: ابو مجلز (لاحق بن حمید) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب دجال نکلے گا تو لوگوں کے تین فرقے ہوں گے۔ الخ (السنن الواردة فی الفتن للذہبی ۱۱/۴۳۷، ۱۱۴۵ ج ۱۱، ۶۵۳ و سندہ حسن، نیز دیکھئے آثار فقہ نمبر: ۱)
- ان مذکورہ احادیث و آثار کی وجہ سے تمام علمائے اسلام اور اہل حق کا یہی عقیدہ رہا ہے

کہ قیامت سے پہلے دجال نامی ایک کانے شخص کا ظہور (خروج) ہوگا، جس کے ماتھے پر ک
ف ر (کافر) لکھا ہوا ہوگا، جسے ہر مومن پڑھے گا اور سیدنا عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام)، جو بنی
اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے (آسمان سے نازل ہو کر اس دجال کو قتل کریں گے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے حافظ ابن کثیر کی کتاب: النہایہ فی الفتن والملاحم (تحقیقی)

مرزا غلام احمد قادیانی (متنبی کذاب) اور بعض ملحدین نے دجال کے وجود کا انکار کیا
ہے یا باطنی تحریفات کرتے ہوئے اس سے انگریز اور صلیبی اقوام مراد لی ہیں۔ صحیح احادیث
اور آثارِ سلف صالحین کے خلاف ہونے کی وجہ سے یہ سب ملحدانہ نظریات و تحریفات ہیں جن
کے غلط اور باطل ہونے میں قطعاً کوئی شک نہیں ہے۔

دجال کے بارے میں ابن منظور الافریقی اللغوی نے لکھا ہے:

”هو المسيح الكذاب: وإنما دجله سحره و كذبه“ وہ مسیح کذاب ہے، اس

کا دجل تو اُس کا جادو اور جھوٹ ہے۔ (لسان العرب ج ۱۱ ص ۲۳۶)

شبیر احمد ازہر میرٹھی نامی ایک منکر حدیث نے اپنی کتاب ”احادیث دجال کا تحقیقی
مطالعہ“ میں احادیث دجال پر اپنے خود ساختہ اصولوں اور تحریف و تکذیب کی وجہ سے جو
باطل و مردود جرح کی ہے، اس کی دس مثالیں مع رد پیش خدمت ہیں:

۱: اسماعیل بن ابی خالد، قیس بن وہب اور ابوالتیاح یزید بن حمید وغیرہم کے استاذ
ابوالوداک جبر بن نوف الہمدانی البرکالی الکوفی رحمہ اللہ کے بارے میں اسماء الرجال کے
امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا: ثقة [یعنی سچا عادل اور صحیح الحدیث راوی] دیکھئے کتاب
الجرح والتعدیل (۵۳۳/۲ وسندہ صحیح) اور تاریخ عثمان بن سعید الدارمی (۲۲۱)

حافظ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں (تابعین میں) ذکر کیا ہے۔ (ج ۴ ص ۱۱۶)

حافظ ابو حفص عمر بن شاہین نے انھیں ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ (تاریخ اسماء الثقات: ۱۷۷)

حافظ ذہبی نے کہا: ثقة (اکاشف ۱۲۴۱ ت ۷۶۱)

درج ذیل اماموں نے ابوالوداک کی حدیث کو صحیح یا حسن کہا ہے:

حسین بن مسعود البغوی (شرح النبیہ ۱۵/۶۰ ج ۲۶۲ وقال: هذا حديث صحيح)
ترمذی (السنن: ۱۲۶۳، وقال: حديث حسن)
حاکم (المستدرک ۴/۴۷۲ ج ۳۷۸ وقال: ”صحيح الاسناد“ ووافقه الذہبی)
ابن الجارود (روی حدیث فی المنقذ: ۹۰۰)
ابو عوانہ (روی حدیث فی مسندہ المستخرج (۳۵۱۶ ج ۳۲۷/۲)
حافظ المنذری نے ابوالوداک کی بیان کردہ حدیث کو ”وہذا إسناد حسن“ کہا۔
(مختصر سنن ابی داود ج ۴ ص ۱۲۰ ج ۲۷۱۰)
بوصیری نے ابوالوداک کی حدیث کے بارے میں کہا: ”هذا إسناد صحيح“
(اتحاف الخیرة: ۴۹۳۹)
ابن دقیق العید نے ابوالوداک کی روایت کو صحیح کہا۔ (النجیس الجبر ۴/۱۵۷ ج ۲۰۰۹)
ان بارہ علماء کے مقابلے میں حافظ ابن حجر نے امام نسائی کی الجرح والتعديل (?) سے نقل کیا: ”لیس بالقوي“ (تہذیب التہذیب ۲/۶۰، دوسرا نسخہ ۵۳)
یہ جرح دو وجہ سے مردود ہے:
۱: جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔
۲: حافظ ابن حجر کے استاذ حافظ ابن الملقن نے امام نسائی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے
ابوالوداک کے بارے میں فرمایا: صالح (البدرا المنیر ج ۹ ص ۳۹۱)
معلوم ہوا کہ امام نسائی کی جرح (اگر ثابت ہو تو) اُن کی توثیق و تعریف سے متعارض
ہو کر بھی ساقط ہے۔ یاد رہے کہ تحریر تقریب التہذیب (۲۰۹/۱ ت ۸۹۴) میں (امام نسائی
کی طرف منسوب) اس جرح کے ثبوت میں شک ظاہر کیا گیا ہے۔
حافظ ابن الملقن نے راوی مذکور کے بارے میں کہا: ”ولا أعلم فيه جرحًا“
مجھے اس میں کوئی جرح معلوم نہیں ہے۔ (ایضاً ج ۹ ص ۳۹۱)
حافظ ابن حجر نے (بذاتِ خود) کہا: ”فلم أر من ضعفه“ میں نے کسی کو بھی نہیں دیکھا

- جس نے اسے ضعیف قرار دیا ہو۔ (التلخیص الجبر ج ۲ ص ۱۵۷ ح ۲۰۰۹)
- دوسری طرف حافظ ابن حجر نے ابوالوداک جبر بن نوف کے بارے میں کہا: ”صدوق یہم“ وہ سچا تھا، اُسے وہم ہوتا تھا۔ (تقریب التہذیب: ۸۹۴)
- یہ کلام تین وجہ سے مردود ہے:
- ۱: جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔
- ۲: ایسا ”صدوق یہم“ راوی جس کی جمہور توثیق کریں، حسن الحدیث ہوتا ہے لہذا اس کی جس روایت میں کلام نہ کیا گیا ہو، وہ حسن لذاتہ ہوتی ہے۔
- ۳: تحریر تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجر کے کلام کو رد کر کے ”بل: ثقة“ لکھا ہوا ہے۔ (ج ۱ ص ۲۰۹)
- اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوالوداک جبر بن نوف ثقہ و صدوق راوی تھے۔ اُن کے بارے میں بشیر احمد ازہر میرٹھی (منکر حدیث) نے لکھا ہے: ”شروع سے آخر تک یہ گپ شپ ابوالوداک کی ہانکی ہوئی ہے۔“ (احادیث دجال کا تحقیقی جائزہ ص ۱۳)
- میرٹھی نے مزید کہا: ”شاید ابوالوداک کوئی چانڈیو پینے والا شخص تھا۔“ (ایضاً ص ۱۴)
- مختصر یہ کہ جمہور کی توثیق کے مقابلے میں میرٹھی کی بلا دلیل و بلا ثبوت جرح باطل و مردود ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ جرح کرتے وقت میرٹھی نے ”چانڈیو“ پی رکھی ہو۔ واللہ اعلم
- ۴: عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ عن ابی سعید الخدری والی ایک حدیث کے بارے میں میرٹھی نے کہا: ”لیکن کسی روایت کی اسناد میں یہ نہیں کہ عبید اللہ بن عبد اللہ نے براہ راست حضرت ابوسعید خدری سے اس کو سنا تھا۔“ (احادیث دجال کا تحقیقی جائزہ ص ۱۶)
- یہ میرٹھی جرح دو وجہ سے باطل ہے:
- اول: عبید اللہ بن عبد اللہ کا مدلس ہونا ثابت نہیں ہے لہذا اُن کی اپنے استاذ سے روایت سماع پر محمول ہے۔
- دوم: عبید اللہ بن عبد اللہ نے یہ حدیث (سیدنا) ابوسعید الخدری (رضی اللہ عنہ) سے سنی تھی۔

دیکھئے صحیح ابن حبان (الاحسان: ۶۷۶۳، دوسرا نسخہ: ۶۸۰۱)

۳: قیس بن وہب الہمدانی الکوفی کے بارے میں ازہر میرٹھی نے لکھا:

”یہ راوی بھی چنداں لائق اعتماد نہیں ہے۔“ (احادیث دجال... ص ۱۳)

قیس بن وہب کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ”شیخ ثقة“

وہ سچے اور قابل اعتماد: عادل ضابطہ شیخ ہیں۔ (کتاب العلل ۵۰۹/۲ ج ۳۳۵)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ثقة (الجرح والتعديل ۱۰۴، وسندہ صحیح)

امام عیسیٰ نے کہا: کوفی ثقة (تاریخ العیسیٰ ۲۲۲/۲ ت ۱۵۳۷)

حافظ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں (تابعین میں) ذکر کیا۔ (۳۱۴/۵)

یعقوب بن سفیان الفارسی نے کہا: ثقة (کتاب المعرفة والتاریخ ۳/۵ ج ۳۷۵)

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر، دونوں نے کہا: ثقة

(الکاشف ۳۵۰/۲ ت ۳۶۹۰، تقریب التہذیب مع التخریر ۳/۱۹۰ ت ۵۵۹۶)

حافظ ابن شاہین نے کہا: کوفی ثقة (تاریخ أسماء الثقات: ۱۱۵۹)

امام مسلم وغیرہ نے قیس بن وہب کی حدیث کی تصحیح کے ذریعے سے اُن کی توثیق کی اور کسی نے بھی اُن پر کوئی جرح نہیں کی مگر میرٹھی کے نزدیک وہ ”چنداں قابل اعتماد“ نہیں تھے!

سوال یہ ہے کہ ائمہ جرح و تعدیل اور اجماع محدثین کے مقابلے میں میرٹھی کی کیا حیثیت ہے؟

۴: عبد اللہ بن سالم الاشعری الوحاظی راوی کو ابن حبان، دارقطنی اور بخاری نے ثقة و صدوق قرار دیا۔ ذہبی اور ابن حجر نے اس راوی کا صدوق (سچا) ہونا تسلیم کر کے اُس کی ناصبیت کی طرف اشارہ کیا۔ ابن خزیمہ، حاکم، بیہقی اور ابن القیم نے عبد اللہ بن سالم کی حدیث کو صحیح قرار دے کر اُن کی توثیق کی ہے۔

دیکھئے میری کتاب: القول المتین فی الجہر بالتامین (ص ۲۷، ۲۸)

جمہور کی اس توثیق کے مقابلے میں ابو عبیدہ الآجری عن ابی داؤد کی سند سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن سالم نے کہا: علی نے ابو بکر و عمر کے قتل پر اعانت کی ہے الخ

یہ جرح تین وجہ سے مردود ہے:

اول: عبداللہ بن سالم ۷۹ھ کو فوت ہوئے اور امام ابو داؤد ۲۰۲ھ کو پیدا ہوئے لہذا اُن کا یہ قول منقطع و بے سند ہونے کی وجہ سے ناقابلِ سماعت ہے۔

دوم: آجری بذاتِ خود مجہول الحال ہے۔

سوم: یہ جرح جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔

اس غیر ثابت جرح کو بنیاد بنا کر از ہر میرٹھی نے کہا: ”یہ حدیث غریب و موضوع ہے صرف عبداللہ بن سالم و حافطی نے اس کی روایت کی ہے۔ سند اور متن دونوں اس کے تصنیف کئے ہوئے ہیں۔ یہ شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انحراف کی بیماری میں مبتلا تھا۔ کھلم کھلا کہتا تھا کہ حضرت عمر و عثمان کو قتل کرانے میں علیؑ کا ہاتھ تھا۔“ (احادیث دجال... ص ۳۲)

یاد رہے کہ عبداللہ بن سالم کا ناصبی ہونا ثابت نہیں ہے۔

۵: زیاد بن ریح القیس المدنی البصری کے بارے میں امام عجل نے فرمایا:

”بصري تابعي ثقة“ (تاریخ الخلی: ۵۰۷)

حافظ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ (۲۵۴/۴)

حافظ ذہبی اور ابن حجر دونوں نے کہا: ثقة (الکاشف ۲۵۹/۱ ت ۷۰۳، تقریب التہذیب: ۲۰۷)

امام مسلم وغیرہ نے اُن کی حدیث کو صحیح قرار دے کر اُن کی توثیق کی اور کسی نے بھی جرح نہیں کی مگر از ہر میرٹھی نے کہا: ”پس یہ کوئی معروف شخص نہ تھا۔ ابو ہریرہ سے اس کی ملاقات بھی مشتبہ ہے۔“ (احادیث دجال... ص ۳۷)

امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ زیاد بن ریح سے نقل کیا کہ ”سمعت أبا هريرة قال“ الخ میں نے ابو ہریرہ سے سنا، انھوں نے فرمایا: الخ

(مسند احمد ۲/۲۸۸ ح ۱۰۳۳۴، وسندہ صحیح وقال المحققون: إسناده صحيح)

معلوم ہوا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے زیاد بن ریح کی ملاقات مشکوک نہیں بلکہ ثابت ہے۔

۶: لیث بن سعد عن سعید بن ابی سعید المقبری عن عطاء بن میناء عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند

سے ایک روایت کے بارے میں میرٹھی نے کہا: ”یہ حدیث ابوہریرہ سے عطاء بن میناء مدنی نے جو عبید الرحمن بن ابی ذباب کا آزاد کیا ہوا غلام تھا اور اس سے سعید مقبری نے اور اس سے لیث بن سعد نے روایت کی ہے مگر نہ لیث نے یہ ذکر کیا کہ میں نے یہ حدیث سعید سے سنی تھی نہ سعید نے بتایا کہ میں نے عطاء سے سنی نہ عطاء نے یہ کہا کہ میں نے ابوہریرہ سے سنی تھی۔ سب نے لفظ عن استعمال کیا ہے۔“ (احادیث دجال... ص ۴۷، ۴۸)

عرض ہے کہ مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ لیث بن سعد سے روایت ہے کہ ”حدیثی سعید بن ابی سعید عن عطاء بن میناء مولیٰ ابن ابی ذباب عن ابی ہریرۃ“ الخ (۱۰۴۰۴ ح ۴۹۴۲)

معلوم ہوا کہ امام لیث نے یہ حدیث سعید المقبری سے سنی تھی۔

عطاء بن میناء کا مدلس ہونا ثابت نہیں اور حدیث جہاد میں انھوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح کی ہے۔ (دیکھئے مسند احمد ۲ ح ۴۹۴۲، ۱۰۴۰۴، وسندہ صحیح، سنن النسائی ۶/۱۷۷ ح ۳۱۲۵)

۷: ایک حدیث کے بارے میں ازہر میرٹھی نے کہا: ”اس حدیث کی اسناد میں دو راوی ضعیف وغیر ثقہ ہیں ایک کثیر بن زید مدنی جو بنی اسلم کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا دوسرا اس کا شیخ ولید بن رباح مدنی جو عبدالرحمن بن ابی ذباب دوسی کا آزاد کردہ تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ موالی (غلمے) جھوٹ بولنے میں عموماً زیادہ بے باک تھے۔“ (احادیث دجال... ص ۴۹)

ولید بن رباح کو حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ ابو حاتم نے صالح اور بخاری نے حسن الحدیث کہا۔ حافظ ابن حجر اور حافظ ذہبی دونوں نے انھیں صدوق (سچا) کہا۔ دیکھئے میری کتاب علمی مقالات (ج ۱ ص ۱۰۹)

کسی نے بھی اُن پر جرح نہیں کی لہذا میرٹھی کا انھیں بغیر کسی دلیل کے ضعیف کہنا مردود ہے۔

تنبیہ اول: کثیر بن زید المدنی پر بھی میرٹھی کی جرح مردود ہے۔

تنبیہ دوم: میرٹھی نے قرآن، حدیث اور دلائل شرعیہ سے کوئی دلیل پیش نہیں کی کہ موالی

(غلام یا آزاد کردہ غلام) جھوٹ بولنے میں عموماً زیادہ بے باک تھے۔
صحابہ کرام میں سے موالی مثلاً سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ وغیرہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟!
۸: امام ابو عمرو عبد الرحمن بن عمرو والاوزاعی رحمہ اللہ نے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ: حدیثی
انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک حدیث بیان کی، جس کے بارے میں میرٹھی نے
لکھا ہے: ”سند کے لحاظ سے یہ بھی منقطع ہے کیونکہ اوزاعی کا اسحاق سے سماع ثابت نہیں۔“
(احادیث دجال... ص ۵۳)

عرض ہے کہ صحیح بخاری میں اسی حدیث کی سند میں لکھا ہوا ہے:
”حدثنا أبو عمرو: حدثنا إسحاق: حدثني أنس ...“ ہمیں ابو عمرو (الاوزاعی)
نے حدیث بیان کی: ہمیں اسحاق (بن عبد اللہ بن ابی طلحہ) نے حدیث بیان کی: مجھے انس
نے حدیث بیان کی۔ (ح ۱۸۸۱، باب: لا یدخل الدجال المدینۃ)
ثابت ہوا کہ یہ حدیث امام اوزاعی نے امام اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے سنی تھی
لہذا میرٹھی نے یہ جھوٹ بولا ہے کہ اوزاعی کا اسحاق سے سماع ثابت نہیں۔
۹: حضرمی بن لاحق التمیمی السعدی الیمانی کو حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا
ہے۔ (۲۴۹/۶)

حاکم اور ذہبی دونوں نے اُن کی حدیث کی تصحیح کی۔ (المستدرک والتلخیص ص ۵۶۳)
امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”لیس بہ بأس“ اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں ہے۔
(الجرح والتعديل ص ۳۰۲، وسندہ صحیح)
امام یحییٰ بن معین نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا: ”إذا قلت: ليس به بأس فهو
ثقة ...“ جب میں (کسی کے بارے میں) کہوں: ليس به بأس تو وہ (میرے
نزدیک) ثقہ ہے.... (التاریخ الکبیر لابن ابی خثیمہ ص ۵۹۲، فقرہ: ۱۲۲۳، وسندہ صحیح)
ابن شاہین نے حضرمی مذکور کو کتاب الثقات میں ذکر کیا اور امام ابن معین سے اُن کے
بارے میں ثقہ کا صریح لفظ نقل کیا۔ (تاریخ اسماء الثقات: ۳۰۸)

حافظ ابن حجر نے کہا: لا بأس به . (تقریب التہذیب: ۱۳۹۶)

ان پر کسی قسم کی جرح نہیں ہے لیکن ازہر میرٹھی نے کہا: ”حضری بن لاحق کذاب خبیث نے کہا کہ ابوصالح ذکوان نے اسے بتایا... یہ حدیث حضرت بن لاحق کی گھڑی ہوئی ہے جو ایک قصہ گو شخص تھا۔ جیسا کہ تہذیب التہذیب وغیرہ میں ہے۔“ (احادیث دجال... ص ۵۶، ۵۷)

تہذیب التہذیب میں حضرت بن لاحق کی توثیق مروی ہے۔ (دیکھئے ج ۲ ص ۳۹۴-۳۹۵، دوسرا نسخہ ص ۳۴۰) اور جرح نہیں ہے۔ جبکہ سلیمان التیمی کے استاذ ایک دوسرے حضرت کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ وہ قاص تھا اور وہ حضرت بن لاحق نہیں ہے۔ (ایضاً ص ۳۹۵)

حضری بن لاحق کے بارے میں تو تہذیب میں عکرمہ بن عمار سے روایت ہے کہ وہ فقیہ تھا، میں ۱۰۰ ہجری میں اس کے ساتھ مکہ گیا تھا۔ (ایضاً ص ۳۹۵)

یاد رہے کہ یہاں قاص سے مراد واعظ اور خطیب ہے کیونکہ لغت میں واعظ اور خطیب کو بھی قاص کہتے ہیں۔ دیکھئے القاموس الوحید (ص ۱۳۲۰)

یہاں قاص سے جھوٹا قصہ گو مراد لینا غلط ہے اور یہ واعظ و خطیب (یا میرٹھی: قصہ گو) دوسرا شخص تھا، حضرت بن لاحق نہیں تھا لہذا میرٹھی کی جرح مردود ہے۔

۱۰: ابوما لک سعد بن طارق الأشجعی الکوفی رحمہ اللہ کے بارے میں امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین اور امام عجل نے کہا: ثقہ۔ ابو حاتم الرازی نے کہا: صالح الحدیث، ان کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ نسائی نے کہا: لیس بہ بأس۔ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ امام المغازی محمد بن اسحاق بن یسار نے انھیں ثقہ کہا۔ ابن خلفون نے ابن نمیر وغیرہ سے (بغیر کسی سند کے) نقل کیا کہ وہ ثقہ ہیں۔ عقیلی نے (بغیر کسی سند کے) کہا کہ یحییٰ بن سعید نے اس سے روایت چھوڑ دی تھی۔ ابن عبد البر نے کہا: اس میں مجھے کوئی اختلاف معلوم نہیں کہ وہ ثقہ عالم ہیں۔ دیکھئے تہذیب التہذیب (۳/۳۷۳-۳۷۴ دوسرا نسخہ ص ۴۱۰ ملخصاً)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ابوما لک کے ثقہ ہونے پر اجماع ہے، صرف یحییٰ بن سعید نے اُن سے (بقول عقیلی) روایت کرنی چھوڑ دی تھی۔

از ہر میرٹھی نے لکھا ہے: ”اس کے راوی سعد بن طارق ابو مالک اشجعی کے متعلق تہذیب
التہذیب میں ہے کہ یحییٰ بن سعید قطان نے اسے متروک الحدیث قرار دیا تھا۔“

(احادیث دجال... ص ۶۰)

آپ نے دیکھ لیا کہ یحییٰ بن سعید القطان نے سعد بن طارق کو متروک الحدیث نہیں
قرار دیا، صرف (بقول عقلمی) روایت ترک کر دی۔ یہ جرح دو وجہ سے مردود ہے:
اول: جمہور کی توثیق کے بعد ایک دو علماء یا اقلیت کی جرح مردود ہوتی ہے۔
دوم: ابو مالک سے روایت کا ترک کرنا بھی با سند صحیح یحییٰ بن سعید القطان سے ثابت
نہیں ہے۔

آپ نے دیکھ لیا کہ اسماء الرجال کی کتابوں کو غلط استعمال کر کے منکرین حدیث کس
طرح صحیح حدیث کو ضعیف اور موضوع ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ از ہر میرٹھی کی
طرح تمنا عمادی بھی اسی میدان کا فرد اور قلم کار تھا۔
راقم الحروف کی ایک تحریر بطور قند مکرر دوبارہ پیش خدمت ہے:

”بعض لوگوں نے میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب، تقریب التہذیب اور تہذیب
الکمال وغیرہ کتب اسماء الرجال میں سے صحیحین کے بعض مرکزی راویوں پر بعض جرحیں
نقل کر کے ان کی روایات رد کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ حرکت حبیب الرحمن کاندھلوی، تمنا
عمادی، شبیر احمد ازہر میرٹھی اور محمد ہادی تورڈھیری وغیرہ منکرین حدیث نے کی ہے۔ صحیحین
کی اصولی روایتوں پر اسماء الرجال کی کتابوں میں یہ جرحیں دیکھ کر ڈرنے کی کوئی ضرورت
نہیں کیونکہ یہ تمام جروح درج ذیل دو باتوں پر مشتمل ہیں:

① بعض جرحیں اصل جارحین سے ثابت ہی نہیں ہیں، مثلاً صحیحین کے بنیادی راوی ابن
جریج کے بارے میں بعض الناس نے تذکرۃ الحفاظ للذہبی (۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲) وغیرہ
کے ذریعے سے لکھا ہے کہ ابن جریج نے نوے (۹۰) عورتوں سے متعہ کیا تھا۔ دیکھئے
حبیب اللہ دیوبندی حیات کی کتاب ”نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح“

(مقدمہ ص ۱۸ برقی)

تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہوا ہے: ”وقال جریر: کان ابن جریج یری المتعة تزوج ستین امرأة... قال ابن عبدالحکم: سمعت الشافعی يقول: استمتع ابن جریج بتسعين امرأة حتى أنه كان يحتقن في الليلة بأوقية شيرج طلباً للجماع“ (۱۷۰/۱، ۱۷۱)

جرح کے یہ دونوں اقوال بے سند ہونے کی وجہ سے باطل ہیں۔ جریر اور ابن عبدالحکم کی وفات کے صدیوں بعد حافظ ذہبی پیدا ہوئے لہذا انھیں کس ذریعے سے یہ اقوال ملے؟ یہ ذریعہ نامعلوم ہے۔ اسی طرح مؤمل بن اسماعیل پر امام بخاری کی طرف منسوب جرح (منکر الحديث) امام بخاری رحمہ اللہ سے ثابت ہی نہیں ہے۔

⑤ بعض جرحیں اصل جرحین سے ثابت ہوتی ہیں لیکن جمہور کی توثیق یا تعدیل صریح کے مقابلے میں مرجوح یا غیر صریح ہونے کی وجہ سے مردود ہوتی ہیں، مثلاً امام زہری، عبد الرزاق بن ہمام، بقیہ بن الولید، عبد الحمید بن جعفر، عکرمہ مولیٰ ابن عباس اور محمد بن اسحاق بن یسار وغیرہم پر تمام جرحیں جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

تنبیہ: امام زہری کا ذکر بطور فرض کیا گیا ہے ورنہ وہ تو بالاجماع ثقہ ہیں۔ والحمد للہ

جب کسی راوی پر جرح و تعدیل میں محدثین کا اختلاف ہو تو جرحین مع جرح اور معدلین مع تعدیل جمع کر کے دیکھیں پھر اس حالت میں جس طرف جمہور ہیں وہی حق اور صواب ہے۔

تمنا عمادی، کاندھلوی اور شبیر احمد میرٹھی وغیرہ تمام لوگوں کی صحیحین کے بنیادی و اصولی راویوں پر جرحیں جمہور اور اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود و باطل ہیں۔

☆ بعض لوگ تدلیس یا اختلاط کی وجہ سے بھی جرح کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ ثقہ مدلس راوی کی روایت تصریح سماع یا معتبر متابعت و صحیح شہاد کے بعد صحیح و حجت ہوتی ہے اور مختلط کی اختلاط سے پہلے والی روایت بھی بالکل صحیح ہوتی ہے۔

[باقی آئندہ شمارے میں / ان شاء اللہ]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَدْرِسہ

حَافِظُ زَيْدٍ عَلَی زَنَی

معاونین

حافظ ندیم ظہیر
ابو خالد شاکر
محمد اعظم
ابو جابر عبداللہ دامانوی

اللَّهُ قَوْلُ أَحْسَنِ الْحَدِيثِ

الحديث

ناہننامہ

نضر اللہ امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 6 | رمضان ۱۴۳۰ھ | ستمبر ۲۰۰۹ء | شمارہ: 9

اس شمارے میں

قوموں پر اللہ کا عذاب کیوں آتا ہے؟

2	عبداللہ دامانوی	فقہ الحدیث
5	عائزہ بیگم	توضیح الاحکام
9	عائزہ بیگم	ماسٹر امین اوکاڑوی کی دورانی (۱)
19	محمد زہیر صادق آبادی	رمضان المبارک کے بعض مسائل
23	عائزہ بیگم	امام مسلم بن الحجاج النیسابوری رحمہ اللہ
30	عائزہ بیگم	دجال اکبر کا خروج (قطبہ)
33	عائزہ بیگم	نزی کریں
49	ایمحاڈ	

قیمت

فی شمارہ: 20 روپے
سالانہ: 200 روپے
علاوہ محصول ڈاک
پاکستان: مع محصول ڈاک
250 روپے

خط کتابت

مکتبہ الحدیث
حضرت ضلع انک

نشر: حافظ شیر محمد
0300-5288783

مقام اشاعت

مکتبہ الحدیث
حضرت ضلع انک

برائے رابطہ
0302-5756937